To view the Arabic text, you need to have the Traditional Arabic font on your computer.

قرآنی آیات کو بہتر طور پر دیکھنے کے لئے آپ کو عربیک ٹریڈیشنل فونٹ کو ڈاؤن لوڈ کرنا ضروری ہوگا۔

عالمگیر مذہب

April 7, 2008
http://www.noor-ul-huda
http://www.muhammadanism.org
Urdu

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''اُس کا نکلنا قدیم الایام سے ہے''

(حضرت میکاہ نبی کا صحیفہ ۵ باب ۲ آیت)

''جو اِس پتھر پر گریگا اُس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے اور جس پر وہ گریگا اُسے پیس ڈالیگا''

(انجیل شریف راوی حضرت متی ۲۱ باب کی ۴۴ آیت)

He who falls on this stone will be broken to pieces, but he on whom it falls will be crushed

Matthew 21: 44

The Universal Religion

By

Late Rev P. Kevel Singh Amar Sidhu
American Presbyterian

علامہ پی کیول سنگھ امر سدھو(مرحوم)
امریکن پرسبٹیرین

۱۹۲۵

دیباچہ

مسیحی پبلک سے مخفی نہیں کہ اس سال کے آغاز میں خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی نے جولاہور کے ایک ذی مرتبت شخص ہیں۔ اورباره سال تک یورپ میں احمدیت کی تبلیغ کرکے اورآخر کاراُس کو تلا نجلی دے کر اورسنی مسلمان بنکر ہندوستان میں واپس تشریف فرماہوئے ہیں۔مسیحیت کے خلاف ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام " ینابیع المسحیت" رکھاہے یعنی" ماخذاتِ مسیحیت" اورینابیع الاسلام کے جواب میں تیار کی ہے۔ میری درخواست پر خواجہ صاحب نے اس کتاب کی ایک جلد بڑی مہربانی سے مفت میرے پاس بھیج دی۔ اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ میں نے اس کتاب کوبغورخوض پڑھا اس کے ہر پہلو پرنظر ڈالی یہ کتاب آنجناب کی باره برس کی محنتِ شاقہ، لگاتار مشاہده اورتجربہ اوروسیع مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ میرے محترم دوست نے استدلال تشابہ بین الشئین سے اس امر کوثابت کرنے کی سخت مگربے فائده کوشش کی ہے کہ مسیحی مذہب، نینوه، بابل، مصر، یونان، سریا، فلسطین وغیره وغیره تقریباً باره چوده ملکوں کے باشندوں کے جوقدیم زمانہ میں اورمسیحیت کے ظہور سے سینکڑوں برس پیشتر ہوگذرے ہیں اُن کے مذہب سے، یونانی اوریہودی فلسفہ سے اورقدیم مجوسیوں کے علم نجوم سے ماخوذ ہیں۔ قدیم مسیحی راہبوں نے مسیحی مذہب کوہردلعزیز بنانے کے لئے اُنکی تمام باتوں کومسیح اور مسیحیت پر من وعن چسپا ں کردیاہے۔ کتاب کا اصل مدعا اوراُسکے مضامین کا لب لباب تویہی ہے۔ مگرانگلستان کے چرچ آف انگلینڈ کے بعض بشپوں اور پادری صاحبان کے معتقدات (جومعلوم نہیں کہاں تک صحیح بتائے گئے ہیں) اوررومن کیتھولکوں کی رسومات وغیره کے بیانات اوردیگر امور کے تکرارات سے حجم کتاب کا زیاده کردیا گیاہے تاکہ کتاب کی توقیر زیاده ہوجائے۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ ہے۔ کاغذ عمده لگایاہے۔ تاکہ کتاب زیاده دلربا بن جائے۔الغرض کتاب کواپنے حسب منشاء بنانے میں کوئی بیرونی کسرباقی نہیں رکھی۔اپنی علمیت وقافیت اورتجربات وغیره سے سارا زورلگادیاہے مگرجوکچھ لکھا ہے وه سب مصنف کے حقیقی مقصد سے ایسا ہی دور ہے جیسے مشرق سے مغرب۔ برعکس اس کے اُن تمام باتوں سے مسیحی مذہب کی اصلیب اس کا منجانب الله اورعالمگیر ہونا بخوبی ثابت ہوتاہے یا دوسرے الفاظ میں مسیحیت کی حقانیت وقدامت پر اس کی ضرورت اورعالمگیر مذہب ہونے پر قدیم قوموں کے عقائد وفلسفہ اورعلم نجوم کی سگانہ شہادت ہے۔ گویہ مصنف کےمنشاء کے خلاف ہے تاہم جبراً اسکے قلم سےنامعلوم طورپر نکل گیا۔ جس سے کسی پہلو سے بھی مسیحیت کی مخالفت نہیں ہوسکتی۔ بلکہ برخلاف اس کے بڑے زور کے ساتھ معاونت ومساعدت ہوتی ہے۔ یہی امر اس کتاب کے جواب میں ملحوظ رکھاہے۔ اوراس کوبخوبی ثابت کیاہے۔ اوراسی وجہ سے اس رسالہ کا نام بھی " عالمگیر مذہب " رکھاہے۔

میرے قابل تعظیم کرم فرما خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی کتاب "ینابیع المسیحیت" میں یورپ کے اُن بڑے بڑے محققین کی کتابوں سے حوالے دئیے ہیں۔

جومصنفین نے مذکوره بالا قوموں کے مذاہب کی تحقیق میں لکھیں اوران کا مقابلہ مسیحی مذہب کے امورات دینیہ سے کیاہے۔ مگرمیں نے اس جواب کے لکھنے میں اُنکی طرف بالکل توجہ نہیں دی اورنہ ہی دیگر کتب کا مطالعہ کیاہے۔ ہاں صرف دوتین کتابوں سے استنباط کیاہے جومیری دسترس میں تھیں۔ باقیوں سے قطعاً اور دیده دانستہ اغماض کیاہے۔ کیونکہ میری دانست میں اُنکے مطالعہ کی نہ صرف ضرورت ہی نہ تھی بلکہ فضول تھا۔ کیونکہ وه ساری باتیں نہ صرف ہمارے برخلاف ہی نہیں۔ بلکہ ہمارے عندیہ کی موید ہیں۔ اس لئے کہ جوہمارے خلاف نہیں وه ہماری طرف ہے۔ اورپھر خواجہ کمال الدین کی کتاب "ینابیع المسیحیت" میں اس قدر مواد بھرا پڑاہے۔ کہ ہمارے مدعا اورمقصد کے لئے کافی ہے گویا مدعی خود اپنے مدعا اور دعوے کے خلاف بیان دیتااورثبوت پیش کرتاہے ۔ خواجہ صاحب نے اپنے

زعم میں گویا" پکائی تھی کھیر مگرہوگیاد لیا" لیکن مسیحیت کے لئے وہ واقعی کھیر ثابت ہوئی ہے۔ جیساکہ جواب ہذا سے ظاہر ہے۔

آخر میں شہنشاہ دوجہان وخالق کون ومکان اورصاحب رحمت امتنان ہمارے آقا ومولا سیدنا عیسیٰ مسیح کے ذریعے ہمارے باپ سے جوآسمان پر ہے اس احقر العباد کی بصدق دل یہی دعاہے۔ کہ وہ اس ناچیز ہدیہ کو اپنے نام کی بزرگی اورجلال کے لئے استعمال کرے یہاں تک کہ" وہ بڑھے اورمیں گھٹوں"۔

قصور ضلع لاہور — راقم مسیح کا ادنٰی خادم

۲۷جولالائی ۱۹۲۴ — پی کے ایس امرسدھو

تفصیلی جواب

الہٰی مذہب واحدِ قدیم اورعالمگیر ہے

خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی کتاب" ینابیع المسیحیت" کی ابتدا میں جس کا یہ جواب ہے، ایک دیباچہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے" صدائے صوت مکہ مکرمہ" ہے اس میں سب سے پہلے یہ دکھایاہے کہ " اگرمذہب خدا کی طرف سے تھا۔ توضرور تھاکہ ہرایک قوم کوایک ہی شکل میں دیا جاتا۔ اورکوئی قوم اس کی برکت سے خالی نہ رہتی--- رب العالمین نے جسمانی پرورش کے لئے نہ توکسی خاص قوم کی طرف داری کی نہ کسی سے بخل کیا۔ جوکچھ ایک قوم کودیا۔ وہی دنیا کی سب قوموں کودیا ایسے خداوند کی ربوبیت تامہ اس بات کی ہی مقفنی تھی۔ کہ اس کی طرف سے وہ مبارک چیز جس کا نام مذہب ہے ہرایک انسان کے حصہ میں یکساں آئے---مختلف مذاہب کے ماننے والوں میں اخوت واتفاق پیدا کرنے کے لئے اس سے بہتر اورکیا تعلیم ہوسکتی تھی۔ کہ دنیا میں ہرقوم کی طرف خدا کے نبی آئے۔ دنیا کے سب مذاہب اپنی اصلی ہیت وصورت میں ایک ہی سرچشمہ سے نکلے۔ اورایک ہی تعلیم لائے--- ہم سب ایک ہی منع سے نکلے ہیں۔ اورایک ہی سرچشمہ سے ہمیں زندگی کا پانی پلایا گیاہے۔ لیکن انسانوں نے اُس مصفا اورپاکیزہ پانی کوجووحی الہٰی کی شکل میں خدا کی طرف سے سب کے لئے یکساں نازل ہوا۔ مختلف آمیزشوں سے گدلاکردیا۔ جوانسانوں میں فساد اوراختلاف کا باعث ہوگیا۔ اوراس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اگرخدا سب کا خدا ہے۔ اوروہ بالضرورسب کا ہے۔ تویہ حقیقت بدیہی ہے۔ کہ سب کی طرف خدا کا ایک ہی مذہب آنا چاہیے اس کے آگے قرآن کی یہ آیت لکھی ہے۔ تا اللہ لقد ارسلنا الی امہ من قبلک نزین لھم الشیٰطن اعما لھمہ ۔ وغیرہ۔

خدا خواجہ کمال الدین کا بھلا کرے کہ اُس نے ابتدا ہی میں یہ اصول قائم کردیا ہے۔ کہ خدا کا ایک ہی مذہب ہے جوہرزمانہ اورملک کی ہرقوم کوبلاطرفداری اور بخل کے سب کویکساں دیا گیاہے۔ وہ اپنی اصلی ہیت وصورت میں ایک ہی سرچشمہ سے نکلے اورایک ہی تعلیم لائے۔ مگرانسانوں کی مختلف آمیزشوں نے اُسے گدلاکردیا۔شیطان نے اُنکے اعمال پر ملمع سازی کرکے اُن کو خوبصورت کردکھایا۔ ورنہ دراصل وہ سب باتیں اصل مذہب پر رنگ سازی ہیں ۔جس سے اصل مذہب خراب ہوگیا۔ آپ ایک اورجگہ لکھتے ہیں کہ " انسان کی مشرکانہ طبیعت نے الہیات چھوڑکر ہرایک مظہر قدرت کو بت پرستی کے رنگ میں رنگ دیاہے"۔ اورپھردوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ" الہام الہٰی انسانی ہاتھوں سے مغشوش ہوگیا"۔

یہ سب سچ ہے اورحقیقت ہے۔ خواجہ صاحب سے ہم کو اتفاق ہے ۔ مگر قرآن کو اس بات کے ظاہر کردینے پر کیا ناز ہوسکتاہے۔ جبکہ اُس سے بہت مدت پیشتر کتب مقدسہ سابقہ میں اس حقیقت کوابتدا ہی منکشف کردیا گیاہے۔ کہ شیطان نے حواکے سامنے اصل مذہب کو کیسی صورت میں پیش کردیا تھا۔ ایساکہ اُس کی اِس جوفروشی اورگندم نمائی کے اثر میں آکر وہ بول اٹھی کہ" وہ درخت کھانے میں اچھا اور دیکھنے میں خوشنما اورعقل

بخشنے میں خوب ہے"۔ اورپھرنوح کے زمانہ میں خدا نے نوح سے فرمایا تھاکہ" زمین بگڑ گئی"۔ کیونکہ ہرایک بشر نے اپنی اپنی طریق کوزمین پر بگاڑا تھا"۔حضرت سلیمان فرماتے ہیں کہ" میں نے صرف اتنا پایا کہ خدا نے انسان کوراست بنایا۔ پر اُنہوں نے بہت سی بندشیں تجویز کرکے باند ہیں"۔ اورکہ" یعنی اُن بے ایمانوں کے واسطے جن کی عقلوں کواس جہان کے خدا نے اندھا کردیاہے۔ تاکہ مسیح جوخدا کی صورت ہے اُسکے جلال کی خوشخبری کی روشنی اُن پر پڑے"۔ اورپطرس رسول فرماتاہے کہ " اب مجھے پورا یقین ہوگیاکہ خدا کسی کا طرفدار نہیں ۔ بلکہ ہرقوم میں جواُس سے ڈرتا اورراستبازی کرتاہے۔ وہ اُس کو پسند آتاہے"۔اورسیدنا مسیح نے کڑوے دانوں کی تمثیل میں فرمایا ہے۔ کہ گھر کے مالک نے تواچھا بیج بویا تھا مگر لوگوں کے سوتے میں اُس کا دشمن آیا۔ اورگیہوں میں کڑوے دانے بھی بوکر چلا گیا ان آیات سے ثابت ہے۔ کہ خدا نے ہرقوم کوایک ہی اورخالص مذہب عطا فرمایا تھا۔ مگر شیطان ک اُس پر طمع سازی اورافسان کی آمیزش نے اُسکوخواب کردیا۔ یا خواجہ صاحب کے لفظوں میں" الہام الہٰی انسانی ہاتھوں سے لغشوش ہوگیا" اگرچہ اُنہوں نے خدا کو جان تولیا۔ مگراُس کی خدائی کے لائق اس کی بڑائی اور شکرگزاری نہ کی بلکہ باطل خیالات میں پڑگئے اوراُنکے بے سمجھ دلوں پر اندھیرا چھاگیا۔ وہ اپنے آپ کو دانا جتاکر بیوقوف بن گئے اور غیرفانی خدا کے جلال کوانسان اورپرندوں اورچوپاؤں اورکیڑے مکوڑوں کی صورت میں بدل ڈالا"۔

ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ خواجہ صاحب کا مقصد کتاب سے تویہ معلوم ہوتاہے۔ کہ مسیحیت کودیگر اقوام قدیمہ کے مذاہب سے نکال ہوا توثابت کریں۔ جیساآگے چل کر ظاہر ہوجائیگا۔ مگرغور سے ملاحظہ فرمائیں کہ اس اصول کوجسکو بنیادی طورپر خواجہ صاحب نے اپنے افتتاحی مضمون میں قائم کیا ہے اس کے مقصود اصلی سے کیا نسبت اورتعلق ہے مگرہمارے اس مضمون کے مذکورہ عنوان کی اس سے بڑی بھاری تائید ہوتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مسیحیت ہی وہ واحد ،قدیم اورعالمگیرمذہب ہے جوحق سبحانہ نے ابتدا ہی میں ہرقوم کوہرانسان کویکساں دیا تھا۔ جس کی مشابہت دیگر قدیم اقوام کے عقائد کے ساتھ۔ جسکا ذکر خواجہ صاحب نے اپنے مضمون "اساطیر الاولین" میں کیاہے قریبی ہونے کے سبب سے ہمارے دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے۔ نہ کہ خواجہ صاحب کے مدعا کی۔ صاف ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب اپنے مقصد اعلیٰ سے کس قدر عین ابتدا ہی دور جاپڑے ہیں۔اس وقت مجھے وہی شعر یادآتاہے۔ جوخواجہ صاحب نے ینابیعل المسیحیت کے صفحہ ۱۲۲پر" مسیحی کلیسیا کے معمار" کے عنوان کے نیچے لکھاہے۔

خواجہ صاحب کی کل عمارت" خشت اول ہی" کج رکھی گئی۔ جس پر کہ ساری عمارت کسی اور طرف جھکی گئی ہے۔ بلعام گیا تھا بنی اسرائیل پر لعنت کرنے خدا نے اُسی کے منہ سے ہمیں برکت دلائی۔ کیونکہ بنی اسرائیل اُس کی چنی ہوئی قوم تھی۔ یہی حال خواجہ صاحب کا مسیحیت کے ساتھ ہے۔ خواجہ صاحب وکیل بھی ہیں۔ مگراسلام کی وکالت کرتے ہوئے اپنے بیان میں اپنےدعویٰ سے عین شروع ہی میں دورجاپڑے ہیں۔ اورسارا بیان ہمارے حق میں ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ " یہ امر بھی ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ ایک وقت انسان کو صحیح راستہ بتائے لیکن جب انسان اپنی غلط کاری سے وہ راستہ کھوبیٹھے یا اُس کی شکل وصورت بدل دے تووہ ہادی حقیقی خاموش رہے۔ اورانسان کوغلطی پر قائم رہنے دے۔ اسی طرح یہ امر بھی اُس کی شان توحید سے دورنظر آتاہے۔ کہ وہ پہلے توایک راہ ہدایت تجویز کری پھر ہزاروں برس کے تجربہ کے بعد وہ راہ جب اُسے مفید نظر نہ آئے تواس کی جگہ ایک اور راہ تجویز کرے۔ جیساکہ کلیسیا کی تعلیم ہے۔ یہ تو اُس کے علم ازلی پرایک بدنما دھبہ ہے"۔ سچ ہے۔ رب الافواج فرماتاہے " میں خداوند ہوں میں بدلتا نہیں"۔ اور بلعام کہتاہے " خدا انسان نہیں جوجھوٹ بولے نہ آدمی زاد ہے کہ پیشمان ہو"۔ بیشک خدا جوہے اُ سکی راہ کامل ہے'۔ اورجوکچھ وہ کرتاہے اپنے مقررہ انتظام اورعلم سابق کے موافق کرتاہے۔ مگر ظہور اُس کا

بنی نوع انسان کے سامنے اس کی حالت اور طبیعت کے مطابق
خاص خاص مقررہ وقت اورصورت میں ہوا کرتاہے۔ اُس کی راہیں
کامل ہیں اجن میں کسی قسم کا نقص یا کمی نہیں ہے۔ مذہب کا
اکتشاف بتدریج ہوتاہے اس دنیا میں پیدائش پرورش نشونما میں ہم
طبیعت عالم یا سنت الہٰی یہ دیکھتے ہیں کہ اُنکی ہرایک کام
تدریجی ہوتے ہیں یک لخت آن کی آن میں کوئی بھی شے یاکام اللہ
تعالیٰ کا ظہور میں نہیں آتا۔ حسب موقع اورحسب ضرورت خدا
کے سارے کام بتدریج اورانتظام کے ساتھ ہوتے ہیں۔ خدا بے
انتظامی کا بانی نہیں ہے۔ توکیا مذہب کے بارے میں یہ قانون اس
کا نقص ثابت کرتاہے؟ مذہب حقہ کی جونوح سے لیکر بلکہ آدم
سے لیکر مسیح خداوند تک آیا ظاہری شکل اورصورت بتدریج
نمودار ہوتی رہی جس کا تکملہ مسیح میں ہوگیا۔ درخت میں پہلے
صرف گول سی چھوٹی سی ہرے رنگ کی ڈوڈی ہوتی ہے۔ پھروہ
رفتہ رفتہ کلی بنج جاتی ہے پھرپھول بنتاہے پھول سے پھل بنتاہے
جوابتدا میں بہت چھوٹا اورمعمولی شکل کا اوربدمزہ ہوتاہے مگر
تھوڑے ہی عرصہ میں جواُس کے لئے مقرر ہوتاہے اورجوں جوں
اس کی ترقی کے سامان مہیا ہوتے جاتے ہیں۔وہ آخر کار پورا بڑھ
کر پک جاتاہے اپنی پرورش اورشکل میں خوبصورت اورذائقہ
میں مزے دار اورکھائے جانے کے قابل بن جاتاہے۔ مذہب کے
بارے میں بھی ہم یہی قانون عملدرآمد ہوتاہوا دیکھتے ہیں۔ جیساکہ
کتاب مقدس کے مطالعہ سے ظاہرہوتاہے ۔ جوقوانین مادی عالم میں
جاری اورطاری اورساری ہیں وہی روحانیت میں بھی قائم
اورزیرعمل ہے۔ جب صحیفہ فطرت اور صحیفہ الہام ایک ہی
مصنف حق سبحانہ کی تنصیف سے ہیں توکیا وجہ ہے کہ ایک
میں توکچھ اور قانون پائے جائیں اوردوسرے میں کچھ اورجب
مقنن ایک ہے تواس کا قانون بھی ایک ہے۔ جب طبعی مذہب ایک
ہے تواخلاقی اورروحانی مذہب بھی ایک ہی ہونگے اگرایک میں
تدریج اورترقی کا قانون جاری ہے۔ تودوسرے عالم میں یہ کیوں
جائز نہیں ہوسکتا؟ لیکن یہ اس کا نقص نہیں یہ قانون ہے جو راہ
ہم اس کی آج دیکھتے ہیں وہی ہزاروں برس پیشتر اورہرقوم میں
دیکھتے ہیں "گو انسان اپنی غلط کاری سے وہ رستہ کھوبیٹھے یا
اُس کی شکل وصورت بدل دے"۔ تاہم ممکن ہیں کہ " وہ ہادی
حقیقی خاموش رہے اورانسان کوغلطی پر قائم رہنے دے" مسیح کا
بھی دنیا میں آنا عین وقت پر ہوا (رومیوں ۵: ٦) " چنانچہ اُس نے
اپنی مرضی کے بھید کو اپنے اُس نیک ارادے کے موافق ہم پر
ظاہر کیا۔ جسے اپنے آپ میں ٹھہرالیا تھا۔ تاکہ زمانوں کے پورے
ہونے کا ایسا انتظام ہو کہ مسیح میں سب چیزوں کا مجموعہ
ہوجائے۔ خواہ وہ آسمان کی ہوں ،خواہ زمین کی اسی میں ہم بھی
اس کے ارادہ کے موافق جو اپنی مرضی کی مصلحت سے سب
کچھ کرتاہے پیشتر مقرر ہوکے میراث ہے"(افسیوں ۱باب ۹سے
۱۱آیت) پس اُس' ہادی حقیقی" نے وہی رستہ مسیح میں دکھایا۔
جونوح کے زمانہ سے بلکہ اُس کے پیشتر آدم اور حوا کے زمانہ
سے مقرر تھا۔ اورچلا آتاہے جسکو خواجہ صاحب "مذہب حقہ"
کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اورخواجہ صاحب کا یہ کہنا کہ اہل
کتاب" کتاب اللہ" کومحرف کرچکے تھے" نہ صرف خلاف واقعہ
اوربلاثبوت ہے بلکہ خود اُن کے قرآن کے خلاف ہے۔ جس میں اُن
کتب سماویہ سابقہ کی تصدیق ہوئی ہے۔ اہل کتاب اوربالخصوص
اہل انجیل کوحکم ہواہے کہ اگرتم انجیل کواورجوکچھ اُ سمیں لکھا
ہواہے قائم نہ کرو توتم فاسق ہو(مائدہ رکوع ۷) یا اگرتم توریت
اورانجیل کو اورجو کچھ اس میں درج ہے قائم نہ کروتو تم کچھ
راہ پر نہیں ہو(مائدہ رکوع ۹) اورپھر گویا خدا حضرت محمد
صاحب کوفرماتاہے۔ کہ اگر توشک میں ہے اس سے جواتارا ہم
نے تجھ پر توپوچھ اہل کتاب سے جوتجھ سے پہلے۔ کتاب پڑھتے
ہیں (یونس ۱۰) اورپھریہ بھی بتایا ہے کہ اُن میں نور ہے ہدایت
ہے رحمت ہے۔ پس کیا یہ سب باتیں انہیں" محرف" کتابوں کے
حق میں حضرت محمد نے فرمائیں؟ کیا یہ ممکن تھا کہ توریت
اورانجیل کوحضرت محمد ایسی تعظیم دیتے۔ اوراُنکی اہل کتاب
کوتلقین کرتے اورپھر" محرف" بھی ٹھہراتے ؟ ہمیں خواجہ
صاحب کے ساتھ اس امر میں بڑی ہمدردی ہے۔ کہ وہ مسیحیت
کے ساتھ مخالفت کرنے کی غرض سے اپنی کتاب سے بھی باہر

جارہے ہیں۔ اورحق پر پردہ ڈالنے سے گریز نہیں کرتے قدیم قلمی نسخوں۔مطابقین کے تائیدی اورمخالفین کے تردیدی اقتباسات سے جواُنہوں نے پہلے دوسری تیسری صدیوں میں اپنی اپنی تصانیف میں کئے ہیں اُنکا موجودہ انجیل سے مقابلہ کرنے سے ظاہر ہے کہ جواصول اورتعلیم اورواقعات اس وقت کی مروجہ انجیل میں تھے۔ وہی آج کی مروجہ انجیل میں بجنسہ پائے جاتے ہیں پرانے عہدنامہ کی پیشینگوئیوں اورنمونوں سے بخوبی معلوم ہوتاہے کہ جن باتوں کی مسیح کے حق میں اُن میں پیشخبریاں دی گئی ہیں۔ وہ بعینہ مسیح میں پوری ہوئیں اور یہ اس دعوے کے خلاف ایک دلیل ہے کہ انجیل" محرف" ہے۔ تعجب کی بات ہے اور سمجھ میں ہیں آتی کہ جن باتوں پر سخت سے سخت اعتراضات ہو ں اورسخت سے سخت حملے ہوں اُن کوتوبلا تحریف مسیحیوں نے رہنے دیا۔ اورباقی امور میں تحریف کردی حالانکہ مخالف یہ بھی نہیں بتاتے کہ تحریف کن کن باتوں میں ہوئی ۔ اور تحریف کرنے سے مسیحیوں کو فائدہ کیا ہوا۔ خیر ہماری دلی دعا ہے کہ اوربغائیت آرزو ہے خدا خواجہ صاحب کوسیدھی راہ دکھائے۔ اوراُس کے قدموں پر لائے جوفرماتاہے کہ " راہ،حق اورزندگی میں ہوں۔ کوئی میرے وسیلے بغیر باپ پاس نہیں جاسکتا"۔

دوسرا امر قابل غور ہے وہ یہ کہ جومذہب اُس وقت کتب مقدسہ سابقہ میں موجود تھا۔ وہ بگڑا ہوانہ تھا۔ اوروہی آج اُن میں موجود ہے۔ اُس کے ماننے والے اُس پر عمل نہ کرتے یا اُس کے خلاف چلتے تھے تویہ قصور اُن کا تھا۔ نہ کہ مذہب میں فتور تھا۔ جیساکہ خواجہ کمال الدین کا خیال تھا یہ توہم پر اورکتب مقدس پرجن کی تصدیق اورتعریف آپ کے قرآن میں آئی بہتان اورافترا ہے" قرآن سے جوآیت پیش گئی ہے یعنی قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاء بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللّهِ کہ اہل کتاب آجاؤ ایسے کلمہ کی طرف جوہمارے اورتمہارے درمیان برابر ہے۔ اوراللہ کے سوائے کسی کی عبادت نہ کرو۔ اورکسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو۔ اورسوائے اللہ کے کسی کواپنا رب نہ بنا۔ (سورہ آل عمران آیت ٦۴) اس آیت میں بھی قرآن کے مصنف نے مسیحی عقیدہ کے سمجھنے میں غلطی کھائی ۔ اسی طرح دیگر مقامات میں بھی جواسی قبیل کی ہیں غلط مسیحی عقیدہ ظاہر کرکے مسیحیوں کو مطعون کیا گیاہے۔ انجیل میں عیسیٰ ابن مریم کوآدمی یعنی کامل انسان کہا گیاہے" کامل انسان یعنی مسیح کے پورے قدر کا انداز" (افسیوں ۴: ١٣)یعنی جسمانیت واخلاقیات اورروحانیت کا اعلی تصور "خدا ایک ہے اورخدا اورانسانوں کے بیچ میں درمیانی بھی ایک یعنی مسیح یسوع جوانسان ہے"(١تیمتھیس ٢: ۵)۔ مگرکلمتہ اللہ ہونے کے اعتبار سے وہ مظہر اللہ ہے اورکلام مجسم ہوا اور فضل اورسچائی سے معمور ہوکر ہمارے درمیان رہا۔ اورہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا۔ جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال"(یوحنا ١: ١۴)۔ " کیونکہ باپ کو یہ پسند آیاکہ ساری معموری اسی میں سکونت کرے"(کلسیوں ١: ١٩) کلمتہ اللہ ہونے کے سبب سے مسیح خداوند نے فرمایاکہ" میں اورباپ ایک ہیں(یوحنا ١٠: ٣٠) اورکہ" میں باپ میں ہوں اورباپ مجھ میں ہے(پس جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کودیکھا (یوحنا١۴: ٩) مگرانسانیت کے اعتبار سے اوراس اعتبار سے کہ بھیجنے والا بھیجے ہوئے سے بڑا ہے (یوحنا١۴: ٢٨) لیکن چونکہ اُس نے اپنے آپ کو خالی کردیا اورخادم کی صورت اختیار کی"(فلپیوں ٢: ٦سے ٨)۔ اس لئے وہ خداکا " خادم" ہے(اعمال ٣: ١٣)۔ اسی طرح متی ١٢: ١٨ میں بھی اُس کو خادم کہا ہے(جہاں یسعیاہ ۴٢: ١سے اقتباس ہے۔ جہاں عبرانی میں خدا تعالیٰ مسیح کو" عبدی" کہتاہے اور یا قرآن کی زبان میں " عبداللہ" ہے اور اسی اعتبار سے خداوند مسیح خدا کو" اپنا خدا" کہتاہے(یوحنا ٢٠: ١٧) خواجہ صاحب کے قول کے مطابق "کل تنازعات تواُنکی ذات کے متعلق ہیں(صفحہ ١١) اورہم میں اورمسلمانوں میں یہ ایک ایسا کلمہ ہےجو(جیساکہ اختصاراً بتادیا گیا۔ اوراس سے زیادہ بھی بتایا جاسکتاہے) ہمارے اورتمہارے درمیان برابر ہے۔

مگرتعجب ہے کہ" کل تنازعات توأنکی ذات کی متعلق ہیں" اور" ذات " کوچھوڑکر اُنکی" اصلی حیثیت" کی بابت فیصلہ چاہتے ہیں۔ مسیح کی ذات کی بابت فیصلہ کرنے سے عمداً گریز کرتے ہیں۔ مگرہم خواجہ صاحب کی عبارت میں صرف الفاظ آگے پیچھے رکھ کر خواجہ صاحب ہی کے الفاظ میں تمام مسلمان بھائیوں کو یوں مخاطب کرتے ہیں۔"دونوں کی محبت کا نصب العین ایک ہی ہے توپھر کیوں ہم میں فساد ہو۔ کل تنازعات توأنکی ذات اوراصلی حیثیت کے متعلق ہیں۔ کیوں نہ آشتی اورمحبت سے اپنے محبوب کی اصلی ذات اورحیثیت کومتحقق کرلیا جائے "ہم خداوند مسیح کو بہ اعتبار اکلمتہ اللہ ہونے کے ذات الہٰی مانتے ہیں ۔ کیونکہ کلمتہ اللہ مخلوق نہیں اورخلق کرنے اورغیب کی صفت قرآن میں مسیح سے منسوب کی گئي ہے(جن امور کا ذکر یہاں باعث طوالت اوربے محل ہونے کے قلم انداز کیا جاتاہے)لہذا ہم مسیح کونہ تو" مِّن دُونِ اللّهِ رب مانتے ہیں اورنہ ہم اُسکوغیر اللہ سمجھ کر رب کے ساتھ اس کا" شریک" کرتے ہیں۔ ہم اس کو شرک اورکفرسمجھتے ہیں ۔ پس وہ غیر اللہ یا مخلوق اللہ نہیں۔ وہ "شے" نہیں بلکہ یوحنا ۱: ۱) کےمطابق" ابتدا میں کلمہ تھا اورکلمہ خدا کے ساتھ تھا اورکلمہ خدا تھا"۔ یونانی لفظ لاگاس ΛΟΓΟC کے معنی کلمہ ہے جس کے معنی کلمہ ہے جسکا مرادف لفظ "کلام" انجیل کے اردو ترجمہ میں مستعمل ہے ۔ پس مسیح کی اصل ذات" کلمتہ اللہ" اور"اصل حیثیت" رسول اللہ" یا" عبداللہ" ہے کیا یہ امور کَلَمَةٍ سَوَاء بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ نہیں ہیں؟ کیا یہ ہم میں اورآپ "میں مفاہمت کے مواد" ہیں سے نہیں ہیں؟

پھرصفحہ ۲سے ۱۰ تک میں خواجہ صاحب نے جوکچھ مذہب حقہ یا اسلام کی بابت تحریر کیاہے۔ اس کومیں آنجناب ہی کے الفاظ میں مگر اختصار کے ساتھ یہاں درج کرتاہوں وہ ہوہذا۔" مذہب حقہ----- جو اس سے پہلے نوح سے لیکر سیدنا مسیح تک ہرقوم وملت کودیا گیا۔ (صفحہ ۵) "جسمانیات میں سائنس نے ہمیں اُن قوانین کا پتہ دیا جوخدا تعالیٰ نے نظام عالم کوچلانے کے لئے بنائے ہم مجبوراً اُن قوانین پرچلتے ہیں ، اُن قوانین پرچلنے کا نام اسلام ہے--- سائنس نے اپنی ہر شاخ میں اسی امر پر مہر صداقت ثبت کی ہے۔ ہرشعبہ زندگی میں انسان کا یہی مذہب ہے جسمانیت میں یا ذہنیات میں اگران قوانین کو انسانی مشاہدے اورتجربے نے دریافت کرلیاہے۔ تواخلاقیات اورروحانیت میں الہام الہٰی نے قوانین الہیہ کی طرف انسان کی رہ نومنی کی ان قوانین پر چلنے کا نام خواہ جسمانیات میں ہو یا روحانیات میں عربی زبان نے اسلام تجویز کیا ہے۔ کیا ہم اس طریق سے انحراف کرسکتے ہیں ہمارا ان معنوں میں اسلام سے منحرف ہونا تباہی اوربلاکت کوخریدنا ہے اس کے ساتھ قرآن کی یہ آیت درج کی ہے۔ أَفَغَيْرَ دِينِ اللّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ،،،، وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (سورہ آل عمران آیت ۸۳ اور ۸۵)۔دین اللہ کے سوا وہ کس دین کی تلاش کرتے ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ زمین اورآسمان میں جوکچھ ہے وہ طوعاً وکرہاً اُ سکی اطاعت کررہے ہیں ۔ خدا کے نزدیک تودین اسلام ہے اورجوشخص اسلام کے سوائے کسی اوردین کی تلاش کرے۔ وہ اُس سے ہرگز مقبول نہ ہوگا۔ اوروہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

" کوئی ہے جواس صداقت سے عملاً انکار کرے اورآنِ واحد میں اس کی زندگی کا خاتمہ نہ ہو۔ یہی مذہب یہی بات خاد کے کل نبیوں نے تلقین کی۔ لا اللہ الا اللہ کی یہی حقیقت ہے اہل کتاب کواسی حقیقت کی طرف بلایا گیاہے"۔

اس تمام اقتباس میں خواجہ کمال الدین صاحب نے یہ بتایا ہے۔ کہ قوانین طبعی کے مطابق چلنا اسلام ہے یعنی اسلام دین فطری کا نام ہے اور اُس تعلق جسمانیات یا ذہنیات سے ہے۔ اورتمام عالم میں یعنی آسمان اورزمین اوراُن کی تمام اشیاء پرجن

میں خود انسان بھی شامل ہے جاری اورساری ہے۔ اورجبری طورپر سب کو طوعاً وکرہاً ماننا پڑتاہے ۔ اُن میں کسی کو چارہ نہیں۔ اور"جو اس صداقت سے انکار کرے" یعنی اس کی فرمانبرداری سے انکار کرے۔ تو" آن واحد میں اس کی زندگی کا خاتمہ" ہوجاتاہے۔ ان قوانین کوانسان نے " مشاہدہ اورتجربے" سے دریافت کرلیاہے یہ قوانین لاتبدیل ہیں۔ دوسری طرف آپ کہتے ہیں کہ" اخلاقیات اورروحانیات میں الہام الہٰی نے قوانین الہٰیہ کی طرف انسان کی راہنمائی کی" مطلب صاف ہے ان دونوں میں افتراق ظاہر ہیں" الہام الہٰی" کا تعلق اخلاقیات اورروحانیات سے ہے۔ مگرفطری قوانین جسمانیات اورذہنیات سے علاقہ رکھتے ہیں اورایک کی اطاعت انسان پر جبری ہے۔ دوسرے پر اختیاری۔ جیساکہ تجربے اورمشاہدے سے نظر آتاہے ۔ ایک کی خلاف ورزی سے" آن واحد میں زندگی کا خاتمہ" ہوجاتاہے مگردوسرے قوانین میں ایسا نہیں۔ پہلے قسم کے قوانین کا پتہ توہمیں" سائنس" نے دیاہے مگردوسرے کا پتہ "الہام الہیٰ نے دیاہے۔ قوانین فطری کا پتہ نظام عالم" کی تلقین ہے " مگرالہام الہٰی" کی خدا کے نبیوں نے تلقین کی" جس امر کی تلقین انبیاء نے کی وہ لا الہ الاالله ہے۔ مگرقوانین فطری کا کوئی کلمہ بیان نہیں کیا گیا ۔پس ظاہر ہے کہ آپ کا یہ فرماناکہ" ان قوانین پر چلنے کا نام خواہ جسمانیات میں ہو یا روحانیات میں عربی زبان نے اسلام تجویز کیا ہے " کہاں تک درست اورموزون ہوسکتاہے قوانین طبعی کی خلاف ورزی کی نہ توتوبہ ہوسکتی ہے نہ معافی۔ اُن کے لئے نہ توکسی نبی کی ضرورت ہے نہ کسی ہادی کی۔ لیکن اخلاقی اورروحانی قوانین میں توبہ بھی ہے۔انبیاء کی تلقین بھی ہے۔ ان کی خلا ف ورزی بھی ہوسکتی ہے اورہوری ہے۔ انکا اثر فوری نہیں ہوتا۔بلکہ درنگ کے ساتھ ہوتاہے حتیٰ کہ قیامت میں اُن کا اثرمکمل طورپر ہوگا۔ پس دیکھو قوانین فطری (جسے خواجہ صاحب اسلام کے نام سے موسوم کرتے ہیں) میں اورقوانین الہام الہٰی میں کیسا آسمان وزمین کا فرق ہے۔ ایک اوربات قابل غور ہے۔ وہ یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے محمدی کلمہ طیب میں محمد الرسول الله کوخارج

کرکے صرف لا الا الا الله ہی کواسلام میں شامل کیاہے۔اوربات بھی درست ہے۔ جس امر کی خدا کے کل نبیوں نے تلقین کی ہے وہ لا الا الاالله ہے نہ کہ اس کے ساتھ محمد الرسول الله بھی بھلا اس سے کس اہل کتاب کوانکار ہے۔ یہ توخواجہ صاحب کے کہنے کے مطابق "مذہب حقہ" ہے۔ اوریہی مذہب نوح سے لیکر مسیح تک ہرقوم وملت کودیاگیااس امر میں توہمارے اورتمہارے درمیان اختلاف ہی نہیں۔ اگراختلاف ہے تویہ ہے کہ محمد الرسول الله تم اس کے ساتھ کیوں لگاتے ہو۔ جس کی خدا کے کل انبیاء نے تلقین ہی نہیں کی۔ بس مسلمان تومسیحی ہیں۔ کیونکہ وہ اسلام کی پیروی کرتے ہیں اور تم مسلمان نہیں۔ کیونکہ اصل کلمہ طیب میں حضرت محمد صاحب کو جوبشر ہے اورمخلوق ہے اُس میں شریک کرتے ہو۔ یہاں تومحمدیت کے پانچوں ارکان بھی خواجہ صاحب نے اسلام سے خارج کردئیے۔ خدا خواجہ صاحب کا بھلا کرے جس نے اسلام کی صحیح تشریح کردی۔ جناب من جب اسلام یہی ہے جیساکہ اوپر ذکرہوچکا ہے توپھر اسکے کیا معنی کہ" اگراسلام اورعیسائیت میں ایک قسم کا مقاہمہ ہوجائے"۔اسلام اورعیسائیت میں توفرق ہی نہ رہا۔قرآن توسیدنا عیسیٰ کے بارے میں یوں کہتاہے" وجہیا فی الدنیا والاخرتہ کلمتہ الله روح الله ہے" یہی خدا کے کل انبیاء بھی تلقین کرتے ہیں۔ یہ توامور اسلامیہ میں سے چند امور ہیں۔ اسلام اور عیسائیت توایک ہی بات ہے۔ "پھراسلام اورعیسائیت میں ایک قسم کا برادرانہ مفامہ" کیسا؟ ہاں البتہ عیسائیت یااسلام میں اورمحمدیت میں اگرکسی قسم کے برادرانہ مفامہ کی ضرورت کہو تو یہ اوربات ہے۔ مگر ان میں مفاہمہ کے لئے کسی قسم کے مواد بھی موجود نہیں۔ لہذا مفاہمہ کا مطالبہ بھی فضول ہے۔ ہم توپیشتر ہی خداوند مسیح کودنیا اورآخرت میں وجیہ جانتے اورمانتے ہیں۔ لفظ وجیہ صفت شبہ ہے بروزن سمیع اورجس کا مادہ وجہ بمعنی چہرہ ہے۔ اورمفہوم اُس کا وہ شخص ہے جس میں ہردوجہان میں لوگوں کی چہروں کواپنی طرف پھیرلینے کی خاص دائمی صفت پائی جاتی ہے۔ جس طرح خوبصورت شکیل جوان کوجیہ اسلئے کہتے ہیں کہ اس کی جسمی

بناوٹ میں ایس خواص پائے جاتے ہیں جن سے دیکھنے والوں کی نظر اورطبیعت خواہ مخواہ اُس کی طرف پھرجاتی ہے اور اُسکو دیکھ کر دلی اطمینان اورمسرت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح سیدنا عیسیٰ مسیح میں ایسے خواص دائمی موجودہ ہیں کہ ہردوجہان میں ناظرین کی توجہوں کواپنی طرف کھینچنے کے قابل ہیں اورلوگ اُسی کی طرف توجہ کرنے سے فلا دارین حاصل کرسکتے ہیں مسیح کے سوا کوئی بھی وجہیاً فی الدنیا والاآخرت نہیں ہے۔ اوراس کی رسالت میں دیگر انبیاء سے بڑھ کر مادہ فضیلت یہ ہے ۔ کہ اول تووہ کلمتہ اللہ ہے۔ جومریم کی طرف ڈالا گیا۔ یعنی اس کے بطن اظہر سے کلمتہ اللہ نے جسم انسانی اختیار کیاپھریہ کہ (جیسا سیدنا مسیح نے فرمایاہے " ابن آدم اس لئے نہیں آیاکہ خدمت لے بلکہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے"(متی ۲۰: ۲۸) یعنی اپنی معاوضانہ قربانی سے ایماندار کوخداکے قریب لے آئے۔خدا کے قرب میں انسان کولانے کے لئے جومسوری شریعت میں اورنیز دیگراقوام میں جانور ذبح کیا جاتا تھا اُس کو قربان یعنی خدا کے قرُب میں لانے والا کہتے تھے۔ اوریہی معنی لفظ قربانی کے اوراُس کا مفہوم اب بھی مروج ہیں۔ ایک اورمادہ یہ ہے۔ کہ وہ خدا کا بنی نوع انسان پر اپنے میں ظاہر کرتاہے۔ چنانچہ اُس نے خود فرمایا" کہ جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کودیکھا"۔ کیونکہ میں اورباپ ایک ہیں"۔ وغیرہ اور امور بھی اس میں شامل ہیں۔ قرآن نے مسیح کو وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ توکہہ دیا مگریہ نہ بتایا۔ کہ وہ ایسا کن امور میں ہے۔ اوریہی اسلام ہے جس کا قرآن نے اشارہ توکردیا مگر صاف نہ بتایا۔ کیونکہ اُس کوبھی ان امور کا خود پتہ نہیں لگا۔ مگرخدا کے کل انبیاء نے" اسی اسلام کی تلقین کی ہے"۔ مثال کے طورپر دیکھو یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۵۳ اوردانی ایل نبی کی کتاب ۹: ۲۴سے ۲۷تک ۔ ہمیں افسوس ہے کہ خواجہ صاحب نے سیدنا عیسیٰ مسیح کو وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ

کلمتہ اللہ۔ روح اللہ توکہہ دیا اورتسلیم کرلیا۔ مگرایسا کہنے کی کوئی ایسی وجہ بیان نہیں فرمائی ۔ جس کی تلقین انبیاء کرام کنے بھی کی ہو۔ لہٰذا وہ اسلام میں شامل ہوجائے۔ بلکہ صرف یہ کہہکر طرح دے گئے کہ " ہم بلحاظ منصب نبوت آپ میں اوراپنے نبی صلعم میں کوئی فرق نہیں کرتے" ۔ حالانکہ قرآن نے مذکورہ بالا الفاظ سیدنا مسیح کی شان میں کہکر دیگرانبیاء اورمسیح میں فرق کردیا ۔ مسیح کے سوائے قرآن میں یہ شان کسی نبی کی نہیں آئي۔ وہ تو ایتہ للناس ورحمتہ سناد کان امر امقضیاً ہے۔ وغیرہ وغیرہ اس طرح مسیح کو سب سے زیادہ ممتاز کردیا۔ اورولقدس فقلنا بعض النبین علی بعض کہہ کر حضرت محمد پر کیا سب انبیاء پر فضیلب دی۔ جب قرآن شریف ہی نے فرق کردیا۔ توپھر آپ نہ کریں تویہ آپ کا اختیار ہے۔ منصب کے بارے میں تواتنابھی کہہ دیا۔ مگرمسیح کی ذات اورکام کے بارے میں جونیز اسلام ہے۔ اور" خدا کے کل نبیوں" نے اس کی تلقین کی ہے۔ بلا تحقیق کئے درگذر کرجانا۔ میری دانست میں کچھ اہمیت رکھتاہے۔ اوروہ یہ ہے ۔ کہ خواجہ صاحب دل میں توسب باتوں کے قائل ہیں اورمانتے ہیں۔ مگر زبان پر لانے سے ڈرتے ہیں۔ یہ توفرمادیاکہ" اسلام میں ایسے مفاہمہ کے لئے بہت کچھ مواد موجود ہے" مگر وہ مواد نہ بتائے۔ جناب من وہ مواد میں بتائے دیتاہوں ۔ جوقرآن میں موجود ہیں۔ جن کی تلقین تمام انبیاء سلف نے کی اورجو اُن اقوام میں بھی موجود ہیں جن کو پیگن ازم یا کفر الحاد سے یادکیا جاتاہے۔ اس کا ذکر میں آگے چل کرکروں گا۔ آخر میں ،میں آیت قرآنی میں الفاظ" یا اہل الکتب کی بجائے " یا اہل القرآن "استعمال کرکے آپ سے یوں مخاطب ہوتاہوں" یا اھل القران تعالو الی کلمتہ سواء بینا وبیکم "۔ جناب من قرآن آپ لوگوں کو مسیح تک پہنچانے کے لئے استاد ہے۔ آئیے قرآن کی مانئے اورمسیح پر ایمان لاکراسلام میں داخل ہوجائیے اور مسلمان کہلائے۔ جیسے کہ قدیم انبیاء اورمسیح کے حواری مسلم کہلاتے رہے اورہم بھی مسلم ہیں۔

صفحہ ۱۰ پر آپ لکھتے ہیں کہ "اگر یہ تسلیم کرلیا جائے ک مسیح خدا نہ تھے اورآج عیسائی دنیا بھی یہ ماننے کوتیار

ہوگئی ہے۔ توبہت سا جگھڑا طے ہوجاتاہے" مہربان من یہ تواسلام کا ایک جزو ہے جسکو قرآن نے طے کردیا انبیاء نے اس کی تلقین کی۔ یہی بنیادی بات ہے۔ آپ مسیح کی" ذات" اور "اصل حیثیت" کا توذکر کرتے ہیں مگر تحقیقات کے میدان سے جھٹ باہر نکل جاتے ہیں۔ اورمسیح کی عام نبوی حیثیت کا دوچار لفظوں میں بیان کرکے اصل مواد کوچھیڑتے ہی نہیں توبھلا ہم قرآن کی اس تعلیم کواورانبیاء کی تلقین کوآپ کے کہنے کے مطابق چھوڑ کر کہاں جائیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم اسلام کی باتیں چھوڑ کر کافر ہوجائیں۔ جسے آپ لوگوں نے اسلام کی باتیں چھوڑ دیں سنئے اب تو مسلمان بھی جن کو مسلمان نہیں محمد کہنا چاہیے۔ مسیح کوخدامانںےلگ پڑے ہیں۔ چنانچہ مولوی سید وحید الدین خان آزاد اپنی کتاب" حد تحقیق بہ مشرف سنی" کی فصل ۳ صفحہ ۴ میں اپنا اعتقاد سیدنا مسیح کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں۔ "مختصراً اپنا اعتقاد ہم یہ لکھتے ہیں۔ کہ کتاب بائبل یعنی مجموعہ توریت وانجیل وغیرہ کا بہت حق ہے اورسلسلہ انبیاء بنی اسرائیل میں خصوصاً ذات حضرت مسیح علیہ السلام کی ایسی ملکی صفات عام ظاہر اً قوت بشری سے بہت زائد ہیں۔ اورسوائے اس کے چارہ نہیں کہ اُن کوہم ایک آدمی مع اللہ تسلیم کرلیں۔ اورقرآن شریف میں جوذکر ان کا بلفاظ کلمتہ اللہ وروح اللہ کے ہے۔ سو اس سے زیادہ ہم کیاکہہ سکتے ہیں۔ اورتوریت اورزبور وغیرہ میں پیشین گوئیاں نسبت ان کی اس کثرت سے ہیں کہ قوم یہود کوخود انتظار ایک مسیح کا ہے"۔ مجھے افسوس ہے کہ جن باتوں کو" خدا کے کل انبیاء" مان اور بتارہے ہیں۔ اورقرآن اُن کتابوں کی تصدیق کرتاہے۔ اورخود ان باتوں کی تلقین کرتاہے۔ اورآنجناب خود بھی دل میں قائل ہیں۔ جیسا آپ کی خاموشی اوررگریزبیاں سے عیاں ہے۔ اورپھر ان کو" ایسی قدیمی روایات" سے منسوب کرنا"۔ جنکا تعلق پرانے کفروالحاد سے تھا۔ اورجومسیح سے ہزاروں برس پہلے ایران، یونان، بابل، نینوا، کارتھیج۔سریا، مصر ،روما میکسیکو کی قصہ کہانیوں میں دائروسائر تھیں۔ وہ ہمارے پیارے مسیح کے نام سے منسوب کردی گئی ہیں"۔ کیا بے بنیاد اوربے سند مقولہ نہیں ہے؟ جیسا میں آگے چل کر مفصل ذکر کروں گا۔ اورکیا اُن کتب مقدسہ سابقہ کو اورخود قرآن کوجھوٹا اورغیر مستند قرار دینا نہیں ہے؟ کیا یہ اختلاف محض محبت اوراخلاص کی بناء پر ہے؟ واہ صاحب ہوتواختلاف اوربناء اس کی محبت اوراخلاص اور پھر اسی اختلاف کو " تنازعات" اور فساد کہنا سونے پر سوہا گوبنیں تو اورکیا کہیں؟

خواجہ صاحب ! مجھے توآپ کی نیک نیتی اورساد لوحی پر بڑا ترس آتاہے۔ میں آپ کوکس طرح بتاؤں ۔ آپ تواصل باتوں کا اقرار بھی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اوراُن سے طرح بھی دے جاتے ہیں۔ آپ یہ بھی کہہ رہے ہیں۔ اوربار بار کہہ رہے ہیں کہ" اسام اورعیسائیت میں ایک قسم کا مفاہمہ ہوجائے۔ اوراسلام میں ایسے مفاہمے کے لئے بہت کچھ مواد موجود ہے۔ اوران مواد میں سے چند ایک کا سرسری ذکر بھی جاتے ہیں۔ مگرساھ ہی اغما ض بھی کرجاتے ہیں۔ ایک طرف آپ کا یہ کہنا کہ" ایسی قدیمی روایات جن کا تعلق پرانے کفر والحاد سے تھا۔۔۔۔ وہ ہمارے پیارے مسیح کے نام سے منسوب کردی گئی ہیں"۔ اوراس کے مقابلہ میں دوسری جگہ یہ فرماناکہ" مسیح کی تعلیم کا جونقشہ قرآن شریف پیش کرتاہے۔ اناجیل اربعہ بھی قریب قریب جس کی مصدق ہیں۔ وہ تو اسلام کی ایک شکل ہے"۔ کہاں تک زیب دیتاہے۔ ایک جگہ توآپ سیدنا مسیح کے حق میں فرماتے ہیں کہ " کل تنازعات تو ان کی ذات کے متعلق ہیں"۔ مگرمطالبہ کرتے ہیں اُنکی " اصلی حیثیت" کے متعلق فیصلہ کرلئے جانے کا۔ کیوں نہیں اُنکی ذات اورحیثیت دونوں کومتحقق کرلیتے اور ان کی ذات کے متعلق فیصلہ کرنے سے کیوں جی چراتے ہو۔ اورہم نے توقرآن سے اورایک سید عالم کی زبان سے فیصلہ کردکھایا مانیں نہ مانیں آپ کا اختیار ہے۔ خیر خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری یہی درخواست ہے۔ کہ وہ اپنے نورکو مسیح کے چہرہ سے منعکس کرکے خواجہ کمال الدین کے دل پر ڈالے تاوہ بھی منورہوکر حقیقی مذہب کوجواسلام ہے اور قدیم سے ہے اور عالمگیر ہے قبول کرکے فلاحِ دارین حال کرے۔

اساطیر الاولین

اس مضمون میں خواجہ کمال الدین صاحب نے دلیل تشابہ بین السیین کا استعمال کرکے یعنی دوچیزوں پیگن ازم اورمسیحیت میں باہمی مشابہت بتاکر اپنے اس مزعومہ کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ مسیحیت کا سب کا سب کفر الحاد کی قدیم روایات اورداستانوں سے اخذ کیا ہواہے۔ دوسرے یہ کہ سورج کی مختلف کیفیات کومسیحی مذہب کے تمام مسائل اورواقعات پرمنطبق کرکے یہ بتایاہے کہ" ضرورتِ وقت اورعیسائی مذہب کوہردل عزیز بنانے کے خیال نے قدیمی راہبوں کواس پر مجبور کردیا۔ کہ وہ قدیمی مذاہب کفروالحاد کی روایات کوجناب مسیح اور اُن کی والدہ پر جُوں کی توں چسپاں کرکے لوگوں کویہ کہہ دیں کہ جناب مسیح میں اُن کے قدیمی خداؤں نےظہور کیا۔اوراس طرح اُس وقت کے غیر مسیحی لوگوں کویہ یقین دلادیں۔ کہ یہ کوئی نیامذہب نہیں۔یہ اُنکا ہی قدیمی مذہب ہے۔ اُنکا ہی خدا ایک دوسری شکل میں آتاہے ۔ چنانچہ اُسکے کل کے کل حالات بھی وہی ہیں"۔ (صفحہ ۵۴) مگر ۵۵ ویں صفحہ کے ان الفاظ کا کہ مورخ گبن کی بھی یہ رائے ہے"۔ اس گذشتہ عبارت مذکورہ کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتاہے۔ کہ آپ کے خیال اور رائے کی اصل بنیاد مورخ گبن کی رائے ہے۔ اوراس پر آپ کی حاشیہ آرائی ہےحالانکہ اس امر کا آپ نے کہیں تاریخی ثبوت نہیں دیاکہ راہبوں نے ضرورت وقت کے تقاضے سے ایسا کیا۔ اورغیر مسیحی لوگوں کو یہ یقین دلا دیا یہ کوئی نیا مذہب نہیں ہے وغیرہ۔ انجیل نویسوں نے ایسا ا ہل یہود کے ساتھ تو کیا اوربتایا کہ مسیحی مذہب اورمسیح وہی ہے جوتمہاری توریت اورنبیوں کے صحیفوں اور مزامیر میں بطور پیشینگوئی مذکور ہوا ہے۔ تمہارے ہی انبیاء کی پیشینگوئیوں کا تکملہ مسیح اور اس کا مذہب ہے۔ انہوں نے اس بات کے سبب سے اہل یہود کے ہاتھوں بڑی بڑی تکالیف اورمصائب بھی برداشت کیں مگر ایسا کہنے سے باز نہ آئے۔ برعکس اس کے آپ کے مزعوم کا تو ان کی کتابوں میں شائبہ بھی پایا نہیں جاتا۔ کیا آپ کسی راہب کا جس نے انجیلیں لکھی ہیں اس قسم کا کوئی قول پیش کرسکتے ہیں؟ بعد کے مسیحی منادوں نے بھی اہل یہود کے درمیان وعظ کرتے ہوئے ہر ں وقت کہا کہ یہ وہی مسیح ہے۔ جسکا تمہاری کتب مقدسہ ذکر ہے۔ اوراب بھی وہ یہود میں ایسا کرتے ہیں۔ مگریونانیوں اور رومیوں اوردیگر اقوام میں وعظ کرتے ہوئے اُنہوں نے کبھی آپ کے خیال محال کا اشارہ بھی نہیں کیا۔ تاریخ سے بھی آپ نے کوئی حوالہ نہیں دیا ۔ جیسا مورخ گبن کی خیالی رائے تھی ویسا ہی آپ نے بھی بے سوچے سمجھے وہ کچھ کہہ دیا یا جوخود کہنا نہ چاہیے تھے۔ کیونکہ آپ کا تویہ خیال ہے کہ یہ باتیں " چوتھی صدی میں جب مسیحیت اورشمس پرستی کا تصادم ہوا۔ عیسائی مذہب میں آداخل ہوئیں۔ (صفحہ ۸۴) حالانکہ اس بات کا بھی کوئی تاریخی ثبوت نہیں دیا گیا۔ پھر بھی اس بیان سے یہ توخواجہ صاحب کی زبانی ثابت ہوگیا کہ چوتھی صدی سے پہلے یہ ملاوٹ نہ تھی۔ یعنی اس وقت پہلے کا مسیحی مذہب بالکل خالص تھا۔ جوانجیل میں موجود ہے۔ اورجوآپ کے بیان کے مطابق قریب قریب قرآن ہی کا نقشہ ہے۔ اورصفحہ ۱۰۲ پر جوآپ نے اپنا یقین ظاہر کیا ہے۔ اُس سے بھی آپ کے مذکورہ بالازعم کی تردید ہوتی ہے۔ کمال الدین صاحب لکھتے ہیں " اس میں کیاشک ہے کہ جناب مسیح خدا کے پیارے نبی تھے ۔ عین ضرورت کے وقت حضرت مریم صدیقہ کے بطن سے پیدا ہوکر یہودیوں کی اصطلاح کے لئے آئے۔ ضرورتِ وقت کے لحاظ سے بہتر سے بہتر ہدایات دئیے گئے۔آج بھی ان کی باتیں قابل عزت ہیں۔ اُن کے وقت کے یہودی علماء ریاکاری اورمنافقت کا مجسمہ تھے۔ اُن کے نفاق کوآپ نے طشت ازبام کیا۔ جناب مسیح کے ربانی علم کے مقابل اُنکے علم کا بازار ٹھنڈا پڑگیا۔ ان باتوں سے علمائے وقت آپ کے دشمن ہوگئے۔ اُنہوں نے آپ کی تکذیب وتکفیر کی۔ طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ لیکن جب وہ خداکا نبی اپنے فرض منصبی سے نہ رکا تواُن پر سڈیشن کا الزام لگاکر عدالت میں کھینچا گیا ان پر موت کا فتویٰ حاصل کرکے اُن کو صلیب تک

پہنچایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے آپ کو اس لعنتی موت سے بچا کر آخرکار رفعت روحانی عطا فرمائی۔ یہ سب صحیح ہے اس پر ہم ایمان رکھتے ہیں"۔ اس سے کیا مترشح ہوتاہے؟ یہ کہ خواجہ صاحب مسیح سیدنا عیسیٰ کے تمام واقعات اورربانی تعلیمات کوحق اور قابل عزت سمجھتے ہیں۔ سوائے اس ایک امر کے کہ مسیح مصلوب ہوکر فوت ہوگئی دفن کئے گئے اورتیسرے دن مردوں میں سے زندہ ہوگئے آسمان پر صعود فرماگئے اورپھر قیامت میں عدالت کرنے اورسزا وجزا دینے کے لئے تشریف فرمانگے ایک مسلمان جوقرآن کی تعلیم سے بخوبی واقف نہ ہو۔ یا خواجہ صاحب جیسا حقائق سے آگاہ ہوکربھی اُن سے بے اعتنائی اوراغماض کرجائے اس سے زیادہ اورکیا عقیدہ رکھ سکتاہے۔ مگرکیا وہ اُن تمام امور کو جوانجیل شریف میں آج موجود ہیں۔ اورجنکا مختصر ترین خاکہ اوپر کی عبارت میں خواجہ صاحب نے کھینچ دیا ہے اور جنکی تفصیل انجیل میں موجود ہے کفروالحاد سے منسوب کرنے کی جسارت کرسکتا ہے تاوقتیکہ وہ تعصب کے مرض نزول الماء سے بیمار نہ ہو؟ خدا رحم فرمائے۔ اورخواجہ صاحب کو سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرے!! پھر اُسی اقتباس میں جو اس مضمون کے صدر میں اُن کی کتاب کے صفحہ ۵۴سے کیا گیاہے۔ خواجہ صاحب نے تویہ کہہ دیاکہ ضرورت وقت اورعیسائی مذہب کو ہردل عزیز بنانے کے خیال نے قدیمی راہبوں کو اس پر مجبور کردیا۔ کہ وہ قدیمی مذاہب کفرو الحاد کی روایات کوجناب مسیح اوراُن کی والدہ پر جُوں کی تُوں چسپاں کرکے لوگوں کوکہدیں۔ --- کہ یہ اُن کا ہی قدیمی مذہب ہے---- وہ غیر مگر یہ نہ بتایا۔ کہ وہ " ضرورت وقت " کیا تھی۔ اورکس کس راہب نے کن کن لوگوں کو یہ کہہ دیا کہ" یہ ان کا ہی قدیمی مذہب ہے"۔ کیا خواجہ صاحب بتاسکتے ہیں کہ راہبوں کے ایسا کرنے سے مسیحی مذہب عوام میں ہردلعزیز بن گیا تھا؟ اگربن گیا تھا توسواتین صدیوں تک غیر مسیحیوں خصوصاً پیگن ازم کی طرف سے مسیحیوں پر سخت سے سخت ایذارسانیاں کیوں روا رکھی گئیں؟ کیا دوسری تیسری صدی کے مسیحی عذرخواہوں نے غیر مسیحیوں کے مظالم کے مقابلہ میں کبھی کہا" کہ یہ کوئی نیا مذہب نہیں۔ یہ انہی کا قدیمی مذہب ہے اُن کا ہی خدا ایک دوسری شکل میں آتا ہے" اوراس بنا پر انہوں نے اپنے معذرت ناموں میں غیر مسیحیوں سے اپیل کی ہو کہ ایذارسانیاں نہ کرو۔ باز آؤ ہم تم ایک ہیں۔ کیا راہبوں کی اس چالبازی سے غیر مسیحیوں نے اُنکی باتوں کا یقین کرلیا تھا۔ کہ ہاں یہ توکوئی نیامذہب نہیں۔ یہ انکا ہی قدیمی مذہب ہے انکا ہی خدا ایک دوسری شکل میں" آیا ہے؟ اورکیا وہ غیر مسیحی لوگ یہ باتیں سنکر اورمان کرمسیحیوں کواذیتیں پہنچانے سے باز آگئے تھے؟ ہمیں افسوس آتاہے کہ خواجہ صاحب غلط مقدمات جماتے جاتےہیں اوراُن سے صحیح نتیجہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگرصحیح نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔پھرکیا جب راہبوں نے عیسائی مذہب کواس طرح ہردل عزیز بنادیا۔ توکیا اُن کی اس سے یہ غرض تھی کہ وہ اپنے مذہب کو اس بنا پر چھوڑ کر مسیحی ہوجائیں؟ بلکہ اس کے خلاف تونتیجہ یہ نکلا۔ کہ جب وہ لوگ اپنے مذہب کو چھوڑکر مسیحی ہوجاتے تھے۔ تووہ شیر کے منہ میں پڑجاتے تھے۔ اوراُنکی جان ومال خطرے میں پڑجاتی تھیں جس کو وہ بخوبی گورا کرتے تھے اورہرقسم کی اذیتوں کے متحمل ہوتے تھے۔ راہبوں کی تویہ بھی مراد برنہ آئی بھلا اُن کو اور کیا فائدہ ہوا اورکونسی ضرورت پڑی۔ اگر یہ ضرورتیں نہ تھیں اورنہ پوری ہوئیں۔ خواجہ صاحب ذرا سنبھل کے توبات کرتے اپنی بات کے لئے کوئی بنیاد تورکھ لیتے ۔ ریت پر گھر بنا ئیے آپ کو کیا فائدہ پہنچا مذکورہ بالا اقتباسات میں جوکچھ خواجہ صاحب نے لکھا ہے۔ اُس کاتعلق ذہنیات سے نہیں بلکہ واقعات سے ہے۔ یادوسرے لفظوں میں تاریخ سے ہے۔ اورتاریخی امور کے لئے تاریخی اثبات ہونے چاہئیں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ تاریخی بیان کو تاریخ سے توثابت نہ کریں اورائے ہی اُ سکے ثبوت میں پیش کریں۔ آخر رائے زنی کے لئے بھی توبنیاد کم وبیش تاریخی ہونی لازمی ہے۔ تاکہ رائے ثقہ ہو۔ جب کسی امر کا تاریخی ثبوت ہی معدوم ہے تورائے خود ہی بے نمود بے ثبوت ٹھہری۔ لہذا بے بنیاد

رائے قابل اعتبار روپذیرائی نہیں۔ اگریہ فرض کرلیا جائے۔ جیساکہ خواجہ صاحب نے دکھایاہےکہ مسیحیت اورپیگن ازم میں مشابہت کثیر پائی جاتی ہے تواس سے کوئی اورنتائج توبرآمد ہوسکتے ہیں مگریہ نتیجہ کسی نہج سے برآمد نہیں ہوسکتا ہے کہ ضرورت وقت کے لحاظ سے راہبوں نے وہ سب واقعات مسیح اوراُنکی والدہ پرچسپاں کردئیے کچھ توپہلے مضمون میں قبل ازیں بیان کردیا گیاہے۔ باقی حسب موقع آگے چل کر بیان کیا جائیگا۔ ہم خواجہ صاحب سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا مسیح کا کنواری مریم سے پیداہونا اوربے باپ پیداہونا مسیح کا بے گناہ ہونا۔ مسیح کا کلمتہ اللہ اورروح اللہ ہوناہے۔ ایسے معجزات کرنا جنکا ذکر قرآن اورانجیل ہردومیں مذکور ہے۔ مسیح کا مصلوب ہونا۔ اورزندہ ہونا اور صعود سماوی وغیرہ امور مندرجہ انجیل وقرآن ہردو۔ کفر والحاد سے اخذ کئے ہوئے ہیں۔ توپھر قرآن کا بیان بھی کفر والحاد سے ہوا۔ جسکو آپ ہرگز تسلیم کرنے کو تیار نہ ہونگے اورنہ ہی ہم ایسا مانتے ہیں۔ مذکورہ بالااقتباس میں سوائے مسیح کے مصلوب ہونے اورتیسرے دن زندہ ہونے اورآسمان پر چلے جانے کے باقی کی تمام انجیلی باتوں کوآپ نے تسلیم کرلیا۔ اورکہہ دیاہے۔ کہ " یہ سب صحیح ہے اس پر ہم ایمان رکھتے ہیں"۔ لیکن وہی باتیں کفروالحاد میں بھی ہیں۔ توآپ اُن پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ جوباتیں آج انجیل مقدس میں ہیں۔ وہی حضرت محمد کے زمانہ میں بھی اُس میں تھیں۔ وہی پہلی دوسری تیسری چوتھی صدی کے انجیلی قلمی نسخوں میں موجود تھیں۔ پس جب قرآن نے انجیل کی تصدیق کی تویہ اُسی انجیل کی تصدیق ہوئی جواس وقت اہل انجیل کے ہاتھوں میں تھی۔ اورجس میں وہی باتیں تھیں۔ جوآج کی انجیلوں میں موجود ہیں۔ اورکفروالحاد سے بھی ملتی ہیں۔ پس قرآن نے اسی انجیل کی تصدیق کی جس آپ متہم کرتے ہیں۔ کیسے افسوس کی بات ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے ذرا دور اندیشی سے اورنیک نیتی سے کام نہیں لیا۔ اوربلا دلیل وثبوت اپنے مزعومات کومرتب کرتے چلے گئے اوراصل وصحیح نتیجہ کی کچھ پروانہ کی ۔

ینابیع المسیحیت کے پڑھنے سے خاص کر اس زیر غور مضمون سے بالکل واضح ہوتاہے۔ کہ جوکچھ خواجہ کمال الدین نے مخالفت کی ہے۔ وہ کلیسی مذہب کی خاص طور پر ہے نہ کہ انجیلی مسیحیت کی مخالفت ۔ چنانچہ اِس مضمون کی دوسری سرخی بھی" مسیحی کلیسیاکے ماخذ ہے"۔ نہ کہ انجیلی مسیحیت کے ماخذ ۔ اور بار بار فقرہ " کلیسی مذہب" استعمال کیاہے۔ اورعموماً اُن ہی امور پر تنقید کی ہے۔ جوکلیسیا میں مانے جاتے ہیں۔ حالانکہ انجیل جلیل میں اُن کے ماننے یا نہ ماننے کے بارے میں کوئی حکم نہیں اورنہ ہی وہ مسیحی مذہب کی بنیاد ہیں۔ اورنہ ہی اُنکا ماننا ہر مسیحی کونجات کے لئے ضروری ہے۔مثلاً مسیح کی پیدائش ۔ جی اٹھنے اورسبت کے دن کی بابت بحث کی ہے۔ حالانکہ انجیل نے یہ نہیں بتایا۔ کہ مسیح کس مہینے کی کس تاریخ کو پیدا ہوا تھایاکس تاریخ کوآسمان پرگیا۔ مگر یہ تو بتایاہے کہ مسیح فی الحقیقت صلیب پرمرگیا اورتیسرے دن جی اٹھا۔ اورآسمان پر صعود فرمایا گیا۔ پس یہی ماننا کافی اور ضروری ہے۔ اوراسی ایمان پر نجات کا انحصار ہے۔ پھرصلیب کے نشان کی کلیسیا میں ترویج کے بارے میں بہت کچھ لکھاہے۔ کہ فلاں صدی سے پیشتر کلیسیائی لٹریچر میں یہ نشان اوراس کا استعمال نہیں ملتا۔ یہ چوتھی ہی صدی کی ایجاد ہے یا بپتسمہ کے وقت مشرق کی جانب منہ کرکے کھڑا ہونا یا مغرب سے مشرق کی طرف رخ کرنا یا رومن کیتھولک گرجے میں آلٹر کا گوشہ مشرق میں ہونا۔ یامنکوں (راہبوں) اورننوں (راہبات) کا ہونا۔ یاکیتھولک پادری کی چاند میں گول ٹکیہ کا ہونا۔ ایسٹر کے دن کے تحفوں میں انڈوں اورکراس کیک یعنی ایسی روٹی جن پر صلیب کا نشان ہوتاہے۔ یا عیسائیوں کی قبروں پر صلیب کی بجائے مچھلی کی تصویر کا ہونایا آئر لینڈ کے کھنڈروں میں سے جوصلیب برآمد ہوئی ہے۔ اُس پر ایک شخص کا پھانسی پرجڑہا ہوا نظر آنا اوراُس کے سرپرکانٹوں کے تاج کا نہیں بلکہ ایرانی تاج کا ہونا۔ وغیرہ وغیرہ امور ایسے وہمی اورفضول ہیں۔ جن کی کچھ وقعت نہیں۔ انجیل جلیل میں ایسی باتوں کی جانب اشارہ تک نہیں۔ وہ ایمانی امور میں داخل بھی نہیں۔

توپھر اُن کو مسیحی مذہب کے سرمڑہنا اورمسیحی مذہب پر طعن کرنافضولیات میں سے نہیں تواورکیا ہے؟ ایسا معلوم ہوتاہے۔ کہ خواجہ صاحب کے پاس لوہے کہ تیز اور زبردست ہتھیار نہیں۔ بلکہ لکڑی کے ہلکے ہتھیار ہیں۔ جن سے آپ مسیحیت اورمسیحیوں پر حملہ کررہے ہیں۔ جونبردآزماؤں کے نہیں بلکہ بچوں کے کھیلنے کے ہتھیار ہیں۔ اورخواجہ صاحب یہی ہتھیار لیکر میدان میں نکلے ہیں۔ اورنہیں جانتے کہ جن ہتھیاروں کواستعمال کرکے کلیسیا خراب ہوگئی " اور اُس نے علی الاعلان کہہ دیا۔ کہ کلیسیا اس وقت نفرت انگیز ہے" اُنہیں کوآپ خوداستعمال کرکے" نفرت انگیز بن رہے ہیں۔ میں ایسی باتوں کومسیحی مذہب کے حق میں بالکل بے اثر اورفضول سمجھ کر انکی بحث میں پڑنا نہیں چاہتا ۔ اوراپنا قیمتی وقت اورمحنت اُن میں صرف کرنے سے نہ توخوش ہوں اورنہ مائل ۔ ہاں البتہ ان دوباتوں کی طرف کہ اول مسیحیت کے واقعات اورپیگن ازم میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اوروہاں ہی سے اخذ کئے گئے ہیں۔ دوم کہ مسیحیت میں سورج کی مختلف کیفیات ہی کا نقشہ پیش کیا گیاہے۔ اپنی توجہ لگانا اُن پر غوروخوص کرنا اوراپنی قیمتی وقت اورمحنت صرف کرنا اپنا فرض سمجھتاہوں۔ پس پہلے میں مسیحیت اورپیگن ازم یعنی کفروالحاد کا مقابلہ خواجہ صاحب کی اپنی ہی عبارت میں۔ مگر مختصراً ہدیہ ناظرین کرونگا اورجونتیجہ اُنہوں نے اُس سے نکالا ہے۔ ناظرین کے سامنےرکھونگا اورپھر سارے بیان پر تنقیدی نظر ڈالوں گا۔ آپ لکھتے ہیں کہ دیکھو صفحہ ٦٨ وغیرہ "بابل کی ایک تاریخ کا ورق"۔

"بابل کے کھنڈرات توآئے دن دنیا کو حیران کررہے ہیں لیکن ١٩٠٣سے ١٩٠۴ میں شہر کالا شیرکٹ کے کھنڈرات سےکچھ سلیں برآمد ہوئی ہیں۔ جن پر حروف کندہ ہیں۔ یہ وہی مقام ہے جہاں قدیمی شہر اسور واقع تھا۔ یہ سلیں کتب خانہ اسور میں سے ہیں۔ جومسیح سے نوسوبرس پہلے قائم ہوا تھا۔ لیکن یہ کتبے اُن سے بھی بہت قدیمی ، بابلی کتبات کی نقل ہیں۔ ان کتبات کے مضامین نے مغربی دنیا کوحیران کردیا۔ یہ توصحیح ہے کہ مسیح کیلئے دشمنوں نے صلیب تجویز کی آخر دوقومیں اس کی راوی ہیں۔ لیکن جوداستانِ صلیب بائبل پیش کرتی ہے ان کتبات سے مشتبہ ہوجاتی ہے۔

"میں یہاں ان کتبات کی عبارات متعلقہ کودرج کردیتاہوں اور اسکے مقابل انجیلی داستان کے واقعات درج کردیتاہوں۔ البتہ اس موضوع پر مسٹر میڈ کا مفصل اوردلچسپ آرٹیکل جورسالہ کولیسٹ لنڈن کے جنوری نمبر ١٩٢٢ء میں چھپا ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے۔

بائبل کی داستانِ صلیب	انجیل کی داستانِ صلیب
١۔بعل گرفتارہوتاہے	١۔ مسیح گرفتار ہوتاہے
٢۔ بعل کا مقدمہ پہاڑی والے گھر (کمرہ عدالت میں ہوتاہے۔	٢۔ مسیح کا مقدمہ بڑے ربی کے گھر میں اورپھر پلاطوس کی عدالت میں ہوتاہے۔
٣۔بعل کومارتے اورزخمی کرتے ہیں۔	٣۔ مسیح کو کوڑے لگائے جاتے ہیں۔
۴۔ بعل کے ساتھ دومجرم ہوتےہیں جن میں سے ایک کو سزائے موت دیجاتی ہے اورایک مجرم کو چھوڑ دیا جاتاہے اُسکو بعل کے ساتھ سزا کو نہیں لے جاتے۔	۴۔ مسیح کے ساتھ تین مجرم تھے جن میں سے دوکوسزائے موت دی گئی اورایک مجرم برابا نام چھوڑدیا گیا۔ اوروہ مسیح کے ساتھ نہ گیا۔
۵۔ بعل کو پہاڑی کی طرف (مارنےکیلئے)لے گئے ۔	۵۔ مسیح کوصلیب دینےکیلئے گلگتا (پہاڑی پر) لگئے ۔
٦۔بعل کے پہاڑی کی طرف جانے پر شہر میں شوروفساد شروع ہوگیا اورلڑائی ہوئی۔	٦۔ مسیح کی موت کے بعد ہیکل کا پردہ پھٹ گیا زلزلہ آیا چٹانیں پھٹ گئیں قبریں شق ہوگئیں وغیرہ وغیرہ۔
۷۔ بعل کے کپڑے لے لئے گئے۔	۷۔ مسیح کا لباس سپاہیوں میں تقسیم ہوا۔
٨۔ بعل کے جسم میں ایک آلہ چھونے سے خون اس کے دل سے نکلا اُس کوایک عورت نے بونچھا۔	٨۔ مسیح کے پہلو میں (دل کے قریب) بھالا کہ لگنا خون پانی کا نکلنا پھرعورتوں کا (جسم ہوکر) مشک عطر لگانا۔
٩۔ بعل پہاڑی کی تہ میں چلا جاتا ہے جہاں سورج اورروشنی نہیں وہ زندگی سے غائب ہوجاتاہے۔	٩۔ مسیح چٹانی قبر میں ڈالا جاتاہے اور وہاں سے وہ عالمِ اموات میں چلا جاتاہے۔
١٠۔ بعل کو پہاڑی قلعے میں بندکرکے اس پر پہرہ رکھا گیا۔	١٠۔ مسیح کی قبر پرپہرہ رکھا گیا۔
١١۔ ایک دیوی بعل کے پاس بیٹھتی ہے۔	١١۔ مریم مگدلینی اوردوسری مریم قبر کے سامنے بیٹھتی ہیں۔

۱۲۔ بعل کوجس جگہ رکھا گیا تھا وہاں اس کی تلاش کرتے ہیں خاص کر ایک عورت روتی ہوئی قبرستان کے دروازہ پر اُسکی تلاش کرتی ہے اورروتے ہوئےکہتی ہے کہ میرے بھائی میرے بھائی !!	۱۲۔ مریم مگدلینی قبرپر مسیح کی تلاش میں آتی ہے ۔ قبر کوخالی دیکھ کرروتے ہوئے کہتی ہے کہ میرے خداوند کولے گئے!!
۱۳۔ بعل پھرزندہ ہوتاہے اور پہاڑ سے نکلتاہے۔	۱۳۔ مسیح زندہ ہوکر قبر سے نکلتاہے۔
۱۴۔ اس واقعہ کی تقریب پربابل میں مارچ کے آخری ایام میں دہوم دہام سے جلسہ ہوتاہے ۔ خصوصاً اس امر کے لئے بعل ظلماتی طاقت پر غالب آیا!!۔	۱۴۔ عیسوی دنیا میں انہی دنوں ایام ایسٹر جوخوشی کا تہوار منایا جاتاہے اسکا بھی مقصد یہی ہے کہ مسیح اس دن ظلمانتی طاقت پر غالب آیا !!۔

"اب ایک محقق اگرانجیلی داستان کے واقعات کوبہت حد تک بابلی داستان سے لیا ہوا نہ سمجھے توکیاکہے۔ بیس سال سے یہ بابلی کہانی روشنی میں آچکی ہے فضلائے مسیحیت اُسے دیکھ اورسن چکے ہیں۔ اس پر کوئی مخالفانہ تنقید نہیں کی گئی ۔ بالفرض اگریہ دوواقعات امرصلیب میں متشابہ ہوتی توتاریخ توبعض واقعات دہرایا ہی کرتی ہے۔ لیکن یہاں توتاریخ وہی ہے۔ قریب قریب کہانی وہی ہے۔ فرق ہے تونام اورمقام کا پھرموت اورموت سے جی اٹھنے کی غرض ایک ہی ہے۔ یعنی ظلمانی طاقتیں خدا کے نور پر غالب آنا چاہتی ہیں۔ اورکچھ وقت کے لئے اُس پر غالب بھی آجاتی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ مٹ جاتاہے اورمٹنے کے بعدپھر ظلماتی طاقتوں پر غالب آجاتاہے"۔

"یہ امر محقق ہوچکاہے۔ کہ بابل کے لوگ آفتاب پرست تھے۔ اوربعل اُس قوم کا سورج دیوتا تھا۔ وہ لوگ ایام بہار میں ٹھیک اُس دن جب دن رات برابرہوکر دن بڑھنے لگتاہے۔ یہ رسم ادا کرتے تھے اوریہ سب کچھ تھیٹر کے رنگ میں ہوتا تھا۔ بخت نصر کے ایام حکومت میں بھی یہ تھیٹر ہوا کرتے تھے۔ جویہودیوں کوقید کرکے بابل میں لے گیا تھا جہاں اسرائیلی اسیر کئی نسل تک غلامانہ حیثیت میں رہے۔ ان تھیٹروں کو دیکھتے رہے۔ اورواپسی پر اُن قصوں کوساتھ لائے۔اس واقعہ کےعلاوہ توریت اوراسرائیلی شعار میں جوبیسیوں اورباتیں بھی آفتاب پرستی کی شامل ہوگئی ہیں۔ مغربی تحقیق نے اُن سب کو اُسی واقعہ بخت نصر اورقید اسرائیل کی طرف منسوب کیا ہے ۔ کتاب پیدائش کے واقعات وغیرہ سب کے سب بابل سے نکل آئے۔

"اب عیسائی دوستو ازروئے انصاف آپ خودہی بتلاؤ کہ ہم انجیلی واقعات پر کیا رائے زنی کریں۔ کاش بابل کے اس سورج دیوتا کے قدیمی مذہب کفروالحاد(پیگن ازم) میں یہی ایک کہانی ہوتی۔ مگرہم دیکھتے ہیں کہ ظہور مسیح کے وقت ایران، بابل، نینوا، کارتھیج، سریا، یونان ،روما ،مصر دیگریورپین ممالک خصوصاً آئرلینڈ، اورسمندروں پارمیکسیکو ۔ سب جگہ آفتاب پرستی ہوتی تھی۔ ہندوستان بھی اس سے خالی نہ تھا۔ ان سب ممالک میں اپنے اپنے ہاں ایک نہ ایک سورج دیوتا تھا۔ ان کے نام جیسا میں پہلے لکھ چکاہوں حسب ذیل تھے۔ متھرا (ایران) بعل (بابل)آطیس(سریا) اسٹارٹی(کارتھیج سریا) ایڈونس (سیریا) بیکس (یونان وروما) ہرکیوس(یونان وروم) ہورس (مصر) اوسیرس(مصر) کٹیزل کوٹل(میکسیکو)اپالو(روما) پھریہ کہ اُن میں سے اکثر باکرہ کے ہی پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔ تاریخ ولادت بھی اُن میں سے اکثر کی وہی ۲۵سے لیکر ۲۷ دسمبر تک کی ہے۔جسے سورج کی کیفیت سے تعلق ہے۔(جس کو میں آگے چل کر بیان کرونگا)پھرسب سے بڑھ کر اس بات کوہم کیا کریں۔ کہ اُن میں سے بعض کی موت بھی مسیح کی موت سے ملتی جلتی ہے۔ اُن سب کے متعلق بھی یہی عقیدہ ہے۔ کہ وہ نسل انسانی کی نجات کے لئے مرے۔وہ سب کے سب اپنے پرستاروں میں نسل انسانی کے نجات دہندہ اورشفیع کہلائے۔ مسیح کی طرح نسل انسانی کی تعلیم کے لئے اکثر سفر میں رہے۔ (خود لفظ مسیح کے ایک معنی بہت سفر کرنے والا بھی ہیں) اُن کی ولادت بھی غاریا کسی تہ خانہ میں ہوئی۔ ان پرظلماتی قوتیں غالب آئیں وہ مرے۔ دوزخ یا تحت الشریٰ میں اُترے۔ مردوں میں سے جی اٹھے۔ وہ اپنی جماعت میں مریدوں کوبپتسمہ کے ذریعہ داخل کرتے تھے۔ اُن میں سے بعض کے شاگرد بھی بارہ ہی تھے اُن کی یاد میں ایک قسم کی عشائے ربانی بھی ہوتی تھی"صفحہ ۴۷ کے حاشیہ میں مسطور ہے۔

"نسل انسانی کومصیبت اورگناہ کی سزا سے بچنے کے لئے خدا یا خدا کے بیٹے کا انسانی شکل اختیار کرنا۔ اوراپنی قربانی سے نسل انسانی کونجات دینا ایک عام عقیدہ مسیح سے پہلے ہرجگہ موجود تھا۔ خصوصاً اُن مذاہب میں جسے آج عیسائی پیگنزم کہتے ہیں۔ اطیس درخت سے بندا ہوا اوراُسکے جسم میں میخیں چبھی نظر آتی ہیں۔ درخت کے نیچے ایک بچھڑا دکھایا جاتاہے۔ (ڈیوپیس صفحہ ۲۵۵) ایڈونس کی موت کے مختلف بیان دئیے گئے ہیں۔ لیکن ایک مجسمہ میں وہ بطور مصلوب نجات دہندہ دکھایا گیاہے۔ اس کی موت کی یاد میں جو دن منایا جاتا تھا۔ اُ س میں ایک مجسمہ کوکفن میں لٹاکر روتے پیٹتے تھے اوروہی باتیں کرتے تھے جوآج رومن کیتھولک گڈفرائڈے کے دن کرتے ہیں۔ پرویتھین نسل انسانی کے لئے کوہ قاف کے دامن میں پہاڑ سے باندھاجاتا ہے۔ ناراض شدہ خدا کے کارکن اُس کے ہاتھ پاؤں میں کیلیں ٹھونکتے ہیں۔ وہاں وہ صلیب کی طرح ہاتھ پھیلائے نظر آتاہے۔ اورکہتاہے اس کی مرضی کے خلاف مجھے کوئی نہیں بچاسکتا "۔ (اسکانیلس) بیکس ابن جوپیٹر(خدا) بھی انسانوں کی نجات کے لئے مقتول ہوتاہے۔ سراپیزمصر کےابن اللہ کے مندر کے کھنڈرات میں ایک صلیب پائی گئی ہے۔ اسیرس قتل ہوتاہے۔ اوراُسکے اعضاء وجوارح الگ کئے جاتے ہیں ۔ فی الجملہ دیوتاؤں کا نسل انسانی کے لئے مصلوب ہونا۔ اورصلیب کا نشان نجات ٹھہیرانا مسیح کے وقت اوراُسکے بعد دوتین صدیوں تک ایسا عام تھا کہ راہب مینوس فلپ اپنی کتاب اوکٹوئیس میں پیگن لوگوں کومخاطب کرکے کہتاہے " کہ ہم لوگ توصلیب کے پرستار نہیں یہ توتم اس کی پرستش کرتے ہو۔ تمہارے علموں (جھنڈوں) اورہرایک بات پر صلیب کا نشان ہے" خود ٹرٹولین نے بھی اس امر کوتسلیم کیاہے۔ وہ اپالوجیا میں پیگن کومخاطب کرکے کہتاہے کہ" تمہارے سب خدا کے سب خدا توہی تصویریں ہیں۔ جوصلیبوں پر نظر آتی ہیں۔ تمہارے سب عَلموں پر صلیبیں یا مصلوبوں کی شکلیں ہیں" کنٹرکوٹل کی تصویریں بھی مصلوب ہی نظر آتی ہیں۔اوروہ موت نسل انسانی کے گناہ کا کفارہ بھی مانی جاتی ہیں۔ (کنگزصفحہ ١٦٦، ١٦٤)"۔

میں نے خواجہ صاحب کی کتاب سے اس قدر طویل اقتباس کئے ہیں سواسکی وجہ یہ ہے کہ قارئین کرام اس بات کوبخوبی سمجھ لیں۔ کہ پیگن ازم اورمسیحیت میں مشابہت کہاں تک ہے۔ اورکہ وہ اس نتیجہ پر جلدپہنچ سکیں۔جومیں اُن کے روبروپیش کرتاہوں۔ اس سے اگلے صفحات میں خواجہ صاحب نے انہی امور پرمزید تشریح کی ہے۔ اورہرایک مذکورہ بالا دیوتا کا مختصر سال حال بیان کیاہے جوقریب قریب سب یکساں ہے۔ اقتباس کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگرخواجہ صاحب کا وہ بیان جسکا اقتباس میں نے اساطیر الاولین کے شروع میں کیاہے مدنظر رکھا جائے اورآپ کے اس قول کوکچھ وقعت دی جائے کہ" مسیح کی تعلیم کا جونقشہ قرآن شریف پیش کرتاہے اناجیل اربعہ بھی قریب قریب جس کی مصدق ہیں۔ وہ تواسلام کی ایک شکل ہے" (دیکھو ینابیع المسیحیت صفحہ ۱۴)۔ توایک منصف مزاج مقابلہ مذاہب کرنے والے کو اس امر سے انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔ کہ جس اسلام کو مسیحیت پیش کرتی ہے ۔ وہی اُس سے پہلے بابل کی داستان میں موجود ہے۔ مگر "مشرکانہ طبیعت " اور "مشرکانہ رنگ" میں ہے۔اورپھر اُس کے بعد قرآن کی داستان میں بھی ہے۔ مگریہاں" الہام الٰہی انسانی ہاتھوں سے مغشوش شدہ ہے"۔ اورایسا مغشوش ہوا ہوا۔ کہ اس ہوش میں لانا بہت مشکل کام ہے۔ ایک طرف بابلی داستان میں مسیحیت بہت صاف صاف نظر آتی ہے۔ مگرقرآنی داستان میں جومسیحیت پائی جاتی ہے۔ اس کو " انسانوں نے اُس مصفًا اورپاکیزہ پانی کو جووحی الٰہی کی شکل میں خدا کی طرف سے سب کے لئے یکساں نازل ہوا۔ مختلف آمیزشوں سے گدلا کردیا"۔ (صفحہ ۳) یہ وہی" مذہب حقہ" ہے۔ جوخواجہ صاحب کے قول کے مطابق "نوح سے لے کر سیدنا مسیح تک ہرقوم وملت کودیا گیا"۔ اورسب سے پہلے اُن قوموں کومذہب کی طرف دعوت دی۔ جنہیں ایک نہ ایک وقت خدا کی طرف سے کوئی کتاب پہنچ چکی تھی(صفحہ ۵) ہر قوم وملت میں

بابل، مصر ، یونان وغیرہ سب شامل ہیں۔ اُن سے ظاہر ہوتاہے کہ کل ماقبل اورمابعد کے مذاہب کا مرکز مسیحیت ہے۔ جوانجیل میں ہے مگراُس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیحیت نے اُن قدیم عقائد سے لیا ہے بالفرض اگرآپ کی دلیل تشبیہ کوویسا ہی مان لیا جائے جیسا آپ نے مسیحیت کے بارے میں پایا ہے۔ توساتھ ہی یہ ماننا پڑے گا (آپ ہی کی دلیل کی بنا پر) کہ قرآن میں جومسیحیت ہے وہ اناجیل اربعہ سے لی گئی ہے۔ کیونکہ ان دونو بیانات میں بہت مشابہت پائی جاتی ہے۔ اورجیسے بابل وغیرہ ممالک کی داستانیں مسیحیت سے ہزاروں برس پہلے کی ہیں۔ ویسے ہی مسیحیت قرآن سے بھی سینکڑوں برس پہلے کی ہےقرآن کے بارے میں توبہت ہی اثبات تاریخی پائے جاتے ہیں۔ جیساکہ ینابیع السلام میں مندرج ہے۔ مگرمسیحیت کے بارے میں توکوئ تاریخی ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ جس سے آپ کی دلیل تشبہ کوزوہوسکے۔ بلکہ تاریخی ثبوت کے بغیر تودلیل تشبیہ سے یہ نتیجہ نکلنا ہی محض قیاس اورناممکن معلوم ہوتاہے کہ ایک مذہب دوسرے سے جواُس سے پہلے نکلا ہے۔

برعکس اس کے مسیحیت کے بارے میں کہ اس کے تمام واقعات بابلی داستان سے سیکڑوں برس بعد بجنسہ خاص ملک اورزمانہ میں معرض ظہور میں آئے تاریخی شہادات غیرمسیحیوں کی بہت سی موجود ہیںچنانچہ مشہور ومعروف یہودی مورخ فلیویس یوسفیس جو۳۷ء میں یروشلیم میں پیدا ہوا تھا اور ۱۰۰ ء تک موجود تھا۔ اپنی کتاب"Jewish Antiquities کی اٹھارہویں کتاب کے تیسرے باب کی تیسری فصل میں سیدنا مسیح کے بارے میں اس طرح لکھتاہے" اب قریب اسی وقت یسوع(نامی) ایک دانا آدمی تھا۔ بشرطیکہ اس کو آدمی کہنا جائز ہو۔ کیونکہ وہ عجیب کلام کرنے والا تھا۔ ایسے لوگوں کااستاد جوخوشی سے سچائی قبول کرتے ہیں۔ اُس نےیہودیوں اورغیر قوموں ہردومیں سے بہتوں کواپنے پاس کھینچا۔ وہ المسیح(الف لام خطوط وحدانی میں) تھا۔ اورجب کہ پلاطوس نے ہمارے سربرآوردہ شخص کی تحریک وتجویز س اُس پر صلیب کا فتویٰ لگادیا تھا۔ توجولوگ اُسے پہلے سے پیارکرتے تھے اُنہوں نے اس کونہ چھوڑا۔ کیونکہ وہ تیسرے دن پھر زندہ اُن پرظاہر ہوا۔جیسا کہ الہٰی انبیائے نے اس کی بابت یہ اور ہزاروں اورعجیب باتیں پیشن گوئی کے طورپر کہی تھیں اور مسیحیوں کا فرقہ جواُس سے موسوم ہے آج معدوم نہیں ہے" اس کے علاوہ اس کے بیان سے ظاہر ہوتاہے ۔ کہ جوحالات اورواقعات اوریہودی اوررومی افسروں کے حالات جوانجیلوں اوراعمال کی کتاب میں مندرج ہیں وہ فی الحقیقت تاریخی ہیں۔ نہ کہ جیسا غیرمسیحی مخالفین کہتے ہیں پیگن ازم کی داستانیں اوربناوٹی قصہ کہانیاں (دیکھو Jewish Antiquities کتابیں ۱۳سے ۲۰) اگروہ اپنی اس کتاب کے ان مقامات میں مسیح کانام نہیں لیتا یا اس کے پیروان میں سے کسی کا نام صاف نہیں لیتا۔ توبھی اُس سے ظاہر ہے کہ یہ حصہ اس کی کتاب کا ایک غیر مسیحی قدیمی مورخ کی شہادت ہے۔ کہ جن رومی حکام اوریہودی سردار کاہنوں کا ذکر انجیل نویسوں نے کیا ہے۔ وہ تاریخی طورپر وہی ہیں۔ جنہوں نے مسیح کی تاریخ میں بڑا حصہ لیا۔ مثلاً معصوم بچوں کا قتل عام، ہیرودیس بادشاہ کی وفات کے بعد ازخلاوس کا یہودیہ میں بادشاہ ہوکر آنا۔ ہیرودیس انٹیپاس کا اپنے بھائی فیلبوس کی بیوی ہیرودیاس سے شادی کرلینا فیلبوس کی حین حیات ہی میں۔ اوراس بات سے یوحنا بپتسمہ دینے والے سے ملامت اٹھاکر اس کو مخیر س کے قلعہ میں قید کردینا۔ اوربعد میں وہیں قتل کرواڈلنا، ،فریسیوں اورصدوقیوں کا حال، یہودی مروجہ ریت ورسوم اورعیدوں وغیرہ کاذکر جووہ مفصل طورپر کرتاہے۔ اورجنکا بیان ہماری موجودہ انجیل میں پایا جاتاہے۔ وغیرے ایسے امور ہیں۔جوخود اوراپنے متعلقہ امور متذکرہ اناجیل واعمال میں تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ اورباہم ایسی مطابقت رکھتے ہیں۔ کہ تمام انجیلی بیانات کے افسانوی ہونے اوربابلی قدیمی داستان ہونے کے سخت مانع ہیں۔ اورانجیلی تاریخی امور کی فی الحقیقت کسی غیر داستان یاروایت سے بالکل آزاد اوربے تعلق کرتے ہیں۔ اورافسانہ نہیں۔ بلکہ حقیقی تاریخی امور ہونے کا تاریخی ثبوت ہے ابھی جوحوالہ اس مورخ سے اوپر دیا گیاہے۔ اس سے مسیح کی الوہیت

اشارتاً اس کے معجزات ،پلاطوس کے ایام میں مصلوب ہوکر مرنے اورتیسرے دن زندہ ہونے۔ اوراپنے شاگردوں کونظر آنے کا صریح بیان پیا جاتاہے۔ یوسفیس کے اعتقاد کے مطابق یہ سب باتیں مسیح کے حق میں جوپوری ہوئی وہ تھیں" جوالہٰی انبیائے نے اُسکی بابت یہ اورہزاروں عجیب باتیں پیشین گوئی کے طورپر کہی تھیں"۔ مسیح اورمسیحیوں کا مفصل بیان جواس مورخ نے نہیں دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اگرچہ سینکڑوں برس تک مسیحی مذہب رومی اوریونانی توجہات کواپنی طرف کھینچتا رہا۔ توبھی جویہودیوں کے عام دستور کے موافق اُس نے بھی اُن متعلقہ واقعات کاذکر نہایت بخل کے ساتھ کیا۔

طاسطس نامی ایک رومی مورخ جو۷۸ء میں رومی شہنشاہ وآپشین کے ایام حکومت میں اس کا مشہور معروف جرنیل تھا روما کی آتشزدگی کی بابت ذکر کرتے ہوئے ۔اورکہ کسطرح قیصرو نیرو نے ٦۴ء میں) اس آتشزدگی کا الزام اپنے اوپر سے اتارنے کے لئے مسیحیوں کے قتل کا حکم دیا تھا۔ اُن کا اس طرح بیان کرناہے" اس طرح رپورٹ کوزایل کرنے کی غرض سے نیرو نے ان لوگوں کوجنہیں عوام الناس ان کے مخفی جرائم کی وجہ سے نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اپنے ہی محل میں مجرموں کی طرح رکھا اورہرقسم کے نئے سے نئے مظالم سے سزادی۔ وہ اُن کو مسیحی کہا کرتے تھے ۔ مسیح جس کے نام سے موسوم تھے طبریاس کے عہد میں پروکیوریٹر پنطوس پلاطوس کے ذریعہ مارڈالا گیا تھا اوروبائی وسوسہ تھوڑے عرصہ کے لئے دب گیاتھا بعد یہ نہ صرف یہودیہ ہی میں پھوٹنے لگی۔ جہاں یہ شرارت پہلے شروع ہوئی بلکہ روما میں بھی۔ جہاں تمام اقسام کی خونریزیاں اورگندی شرمناک باتیں۔ باہم ملتی اورفیشن ایبل بن جاتی ہیں۔ تب سب سے پہلے کسی کوگرفتار کی اوراقرار کروایاجاتاہے۔پھرا کی اطلاع پرایک جم غفیر ٹھہرائی جاتی تھی۔آتشزدگی کے جرم میں اس قدر نہیں۔ جس قدر کہ بنی نوع انسان کے نفرت کے جرم میں اورنہ صرف اُن کومارہی ڈالاجاتا تھا بلکہ بڑی بے عزتی سے مارڈالا جا تھایا آگ سے جلائے جانے کے لئے صلیبوں پر باندھ دئیے جاتے تھے۔اورجب شام ہوجاتی تھی تورات کوروشن کرنے کے لئے انہیں جلایا جاتا تھا" اس مقام میں رومی مورخ طاسطس حسب ذیل امور کی خبردیتا ہے (۱) طبریاس کی حکومت میں پنطوس پلاطوس نامی ایک رومی پروکیوریٹر تھا(۲)اُس کے ہاتھوں مسیح مار ڈالا گیا تھا(۳) یہ مسیح مسیحی فرقہ کا بانی تھا (۴) مسیحیوں کا آغاز یہودیہ میں ہوا (۵) یہ فرقہ بہت جلد روما تک پھیل گیا(٦) لوگ اس فرقہ میں اس سرعت کے ساتھ شامل ہوتے تھے۔ کہ رومہ کی آتشزدگی کے وقت مسیحی جماعت کا حصہ جواس شہر میں گرفتار ہوا تھا۔ اس کو ایک جم غفیر کہہ سکتے تھے۔

پھرایک اوررومی مورخ اورعلاقہ بتھونیہ کا گورنر جورومی شہنشاہ تراجان کے عہد حکومت میں زندہ تھا۔ جس کا نام چھوٹا پلیتی تھا۔ اس شہنشاہ کوایک خط لکھتاہے۔ جس میں وہ مسیحیوں کے ساتھ سلوک کئے جانے کے بارے میں اُس سے مشورہ طلب کرتاہے۔ یہ شخص ۱۱۳ء کے قریب فوت ہوگیا تھا۔ خط کا وہ حصہ جوہمارے مطلب کا ہے حسب ذیل ہے" اے شہنشاہ میرا یہ دستوررہا ہے کہ وہ تمام باتیں تجھ سے پوچھ لیا کرتاہوں جن میں مجھے کچھ شک پڑجایا کرتاہے۔جب میرے سامنے کوئی روک آجائے توکون میرا بہتر ہادی ہوسکے یا جب میں ناواقف ہوں توکون مجھے روشن کرسکے؟مسیحیوں کی تحقیقات میں،میں نے کبھی حصہ نہیں لیا۔ لہذا میں نہیں جانتا کہ وہ کیا جرائم ہیں جن کی ان کو عموماً سزادی جاتی ہے یا تحقیقات کیجاتی ہے ۔ یا کون کون سی رعائیتیں کی جاتی ہیں۔ پس مجھے خفیف سے خفیف علم بھی نہ ہوا کرتا تھا۔ کہ آیا عمر کا کوئی امتیاز ہے یا نہیں یا نہایت خفیف مجرموں کوایسی سزائیں دی جاتی تھیں جیسی زیادہ سخت مجرموں کوہوا کرتی تھیں۔ جولوگ توبہ کرتے تھے اُن کو معاف کیا جاتا تھا یاکہ نہیں۔ یاکسی شخص کو جوپہلے مسیحی تھا۔ مگربعد میں مسیحی نہ رہا۔ اس کوکچھ فائدہ بھی پہنچتا تھا یا نہیں آیا سزا صرف نام ہی کے سبب سے دیجاتی مگرمخفی جرم کوئی نہ ہوتایا اُن مخففی جرائم کی سزا دی جاتی تھی جواس کے نام

سے متعلق ہوتے تھے۔ اس اثناء میں اُن لوگوں کے ساتھ جوبطور مسیحی مجرم ہوکر میرے روبرو آتے تھے میرا یہی طریقہ رہا۔ میں اُنہیں کی زبان سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ کیا تم مسیحی ہو۔اگروہ اقرار کرتے تومیں سزا کا ڈروادے کردوسری اورتیسری بار پوچھ لیا کرتا تھا۔ اگروہ اسی پر اڑے رہتے تومیں اُن کے قتل کا حکم دے دیتا تھا۔ کیونکہ میں اُن سے کبھی نہیں پوچھتا تھا۔ کہ جس کا تم اقرار کرتے ہو وہ بات کیاہے۔ بہر صورت گردن کشی اورنہ جھکنے والی شرارت مستوجب سزا ہیں۔ اسی قسم کی دیوانگی کے اورلوگ بھی تھے لیکن چونکہ یہ رومی شہری تھے۔ اس لئے میں اُن کا نوٹ کرلیا کرتا تھا کہ انہیں روما کوبھیج دوں ، انہیں کارروائیوں کے سلسلے میں جیسا کہ اکثر ہوا کرتا ہے۔ یہ جرم جسکا نوٹس لیا جاتا تھا عام ہوگیا تھا۔ اور متعد الگ الگ مقدمات برپا ہوجایاکرتے تھے ۔ ایک کاعذر پیش کیا جاتا تھا ۔ جس میں بہت سے نام ہوا کرتے تھے۔ مگردستخط کوئی نہ ہوتا تھا۔ اورجبکہ وہ میرے پیچھے پیچھے دیوتاؤں سے دعا مانگ لیتے اورخوشبو اورشراب آپ کے بُت پرنذر گذارنکر اس سے منت وسماجت کرتے جسکو میں دیوتاؤں کی مورتوں کے ساتھ اسی مقصد سے عدالت میں منگوالیا کرتا تھا اورکہ وہ مسیح کے پرنام پر لعنت کردیں۔ حالاکہ جن باتوں میں سے ایک بھی (ایسا ہی یہ کہا جاتا ہے) وہ نہیں کرسکتے تھے جو سچ مچ مسیحی تھے۔ تومیں خیال کرتا تھا کہ اُنکو چھوڑدینا درست ہے۔ دیگر اشخاص جس کا نام مخبر بتاتا تھا۔ کہدیا کرتے۔کہ ہم مسیحی توہیں مگراس وقت اُس سے انکاری ہو جاتے تھے۔ اوریہ بیان دیتے تھے کہ ہم مسیحی توتھے مگراب نہیں ہیں۔ بعض کہتے تھے کہ اس بات کوتین سال کا عرصہ گذرا ہے۔ بعض کہ خاصے برس گذرچکے ہیں۔ مگر معدودے چند ایسے تھے جوکہتے ہیں کہ ہمیں مسیحیت کوچھوڑے بیس برس گذرچکے ہیں۔یہ سب لوگ آپ کی بُت کی اوردیوتاؤں کی مورتوں کی نہ صرف پرستش ہی کرلیا کرتے تھے۔بلکہ مسیح پر لعنت بھی کردیا کرتے تھے۔ مگروہ مُصر ہوتے تھے کہ ہمارا قصور یاغلطی یہ ہے کہ اُنکی یہ عادت ہے ۔ کہ ایک مقررہ دن پر روشنی نکلنے سے پیشتر وہ جمع ہوتے اورباری باری مسیح کا ایسا کہ وہ خدا کا دیا ایک خدا ہے ایک گیت گاتے۔ اورقسم کھاکر آپس میں اقرار کرتے کہ ہم کوئی حلاف کام نہ کرینگے۔ مگرچوری، قزاقی یاحرامکاری سے پرہیزکرینگے اورجب کوئی امانت واپس لینے آئے تودینے سے انکار نہ کرینگے ۔ جب یہ کرچکتے تواپنے دستور کے مطابق وہ روانہ ہوجاتے۔ اورپھر عام اورپاک کھانا کھانے کے لئے فراہم ہوجاتے تھے اور(انہوں نے کہا) کہ اُنہوں نے میرے فرمان کے جاری ہونے کے بعد ایسا کرنا ترک کردیا ہے۔ جس میں نے آپ کے حکموں کے مطابق جاری کرکے مجلسوں کی ممانعت کردی تھی۔ اس بات پر میں نےدوزنانہ ملازموں سے (جو خادمہ کہلاتی تھیں) اذیت کے ساتھ دریافت کرناضروری سمجھا ۔ کہ یہ معاملہ کہاں تک سچ ہے مگرمجھے یہی معلوم ہواکہ یہ الٹی پلٹی باتیں اور فضول وسوسہ کے سوائے اورکچھ نہیں ہے۔ پس میں نے مقدمہ کو ملتوی کردیا۔ اورآپ سے یہ مشورہ کرنے میں شتابی کی میں سمجھا کہ اس معاملہ میں مشورہ لینا ہی ضروری ہے خاصکر اُنکی تعداد کی وجہ سے جوخطرہ میں ہیں۔ کیونکہ ہرعمر اورہرمرتبہ اورمزید براں مردو زن ہردومیں سے بہت سے ابھی بلائے گئے ہیں اوربلائے جائیں گے۔ کہ مقدمہ کی جوابدہی کریں۔ کیونکہ یہ وسوسہ نہ صرف شہر ہی میں بلکہ دیہات اورعلاقہ میں بھی پھیل گیا ہے۔تسپر بھی اس کوروک دینااوردرست کردینا ممکن معلوم ہوتا ہے۔ بہر نہج یہ یقینی امر ہے کہ قریباً سب کے سب اجڑے ہوئے مندربحال ہوئے اور مذہب کی ریت ورسوم جومدت سے غیر مستعمل تھیں۔اب بحال ہونے لگی ہیں اورکہ بازار میں قربانی کے جانوروں کے لئے چارا توہے۔ مگرخریدنے والے ابھی تک بہت کم ہیں۔ اس سے یہ بات بہ آسانی سمجھی جاسکتی ہے۔کہ آدمیوں کی کس قدر بھاری جماعت کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ اگراُن کوتوبہ کا موقعہ دیا جائے " پلینی کی اس شہادت سے یہ امور صادر ہوتے ہیں۔

ا۔ مسیحی لوگ کی بطور خدا پرستش کیا کرتے تھے۔ اوردوسرے دیوتاؤں کی عبادت کرنے سے انکار کرتے تھے۔ اس طرح وہ یہ ظاہر کرتے تھے کہ صرف وہی پرستش کے لائق ہے۔

ب۔ اگرچہ نافرمانی کی سزا بار بار موت کی دھمکی سے دی جاتی تھی۔ توبھی رومی شہریوں اوردیگر لوگوں کی بڑی تعداد مسیح کا انکار اوردیوتاؤں کی عبادت کرنے سے منکر تھی۔ پلینی اُن سے تین بارمتواتر سوال کرنے سے اُنکوخاصہ وقت دے دیتا تھا۔ کہ وہ اپنی جان بچالیں۔ اورجب وہ اُنکی جھکنے والی شرارت پر غالب نہ آسکتا۔ تواُن کے مارڈالے جانے کا حکم دے دیتا تھا۔

ج۔ ان کی ریت ورسوم کی بابت ہم یہ سنتے ہیں۔ کہ وہ ایک مقررہ دن پر عام عبادت کیا کرتے تھے۔ صبح کی عبادت میں وہ مسیح کو خدا جان کر ہمنوازی کے ساتھ اُس کے گیت گاتے تھے۔ اورکلام اورکام میں ہرقسم کی ناپاکی اوربددیانتی سے بچنے کے لئے آپس میں عہد کیاکرتے تھے۔ دن میں مل کر کھانا کھانے کے لئے پھر اکھٹے ہوا کرتے تھے۔

د۔ یہاں سے یہ معلوم ہوتاہے کہ مسیحی پنطس اوربتھونیا میں سرعت کے ساتھ پھیل گئے تھے۔ اس مذہب کے بانی کی وفات کوبمشکل پچھتر برس گذرے تھے کہ مسیحی مذہب نے ان صوبوں پر ایسا قبضہ کرلیا تھا۔ کہ مندر اجڑگئے تھے۔ اورقربانیاں تقریباً موقوف ہوگئی تھیں۔ یہ مذہب کسی ایک جماعت یا مقام ہی میں محدود نہ تھا۔ بلکہ شہروں اوردیہات میں گھس گیا تھا۔ حتیٰ کہ خوب پھیلے ہوئے اورآباد علاقہ میں پھیل گیا تھا۔ ایساکہ رومی شہر یوں اوررومی رعایا مردوزن اورہرمرتبہ کے لوگ اس مذہب کے پیروؤں میں شامل تھے جن میں سے بعض بیس بیس برس کے مسیحی تھے۔ (دیکھو سیموئیل۔ ای۔ سٹوکس صاحب کی کتاب" دی گاسپل اکارڈینگ تودی جیوزاینڈ پیگینز) وغیرہ۔

ان رومی مورخوں اوراحکام کے مذکورہ بالا بیانات سے اناجیل اربعہ اوراعمال الرسل کے بڑے بڑے بیانات کی کما ینغبی تصدیق ہوتی ہے۔ اوریہ ظاہر ہوتاہے کہ انجیل اصل اور عین پہلی صدی مسیحی میں ہی موجودہ تھی اس کے بیانات کہیں سے لئے ہوئے نہیں ہیں مسیح کے بارے میں عقیدہ بھی وہی ہوتا ہے جوآج عہدجدید میں موجودہے۔ اورباوجود حکام اورعوام کی طرف سے سخت مخالفت کے وہ اپنے عقیدے سے منکر نہ ہوئے۔انجیلی بیانات تاریخی ہیں افسانوی نہیں۔ جوکچھ اُنہوں نے سنا اوراپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ غور سے دیکھا اوراپنے ہاتھوں سے چھوا"۔ ایسا کہ کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی۔ اُنہوں نے اس کی" گواہی دی(۱یوحنا ۱: ۱تا ۲)۔اُنہوں نے محض خیال سے یا کسی تقلید سے انجیل نہیں لکھی۔ کسی دنیاوی غرض سے یا لوگوں کودنیاوی لالچ کے یا مسرت بخش افسانے بناکر یاہردل عزیز بناکر انجیل نہیں لکھی۔ اگرانجیل نویس اس غرض سے انجیل لکھتے کہ" اس وقت کے غیر مسیحی لوگوں کویہ یقین دلائیں کہ" یہ کوئی نیا مذہب نہیں۔ یہ ان کا ہی قدیم مذہب ہے۔ اُن کا ہی خدا ایک دوسری شکل میں آتاہے"۔(ینابیع المسیحیت صفحہ ۵۴)۔ توبالضرور اُس وقت کے مسیحی کچھ ایسے ہی الفاظ کہہ کر حکام اوررعایا سے اپیل کرتے اورجان ومال کے خطرے سے بچ جاتے ، دیوتاؤں کی عبادت کرنے سے کبھی انکار نہ کرتے اورغیر مسیحی بھی اس امر کو بسروچشم تسلیم کرلیتے۔ اوریوں باہمی نفاق اور ایذارسانی سے بازآکر اتحاد اورامن چین حاصل کرلیتے زمانہ کی ضرور ت تورفع نہ ہوئی۔ بلکہ مسیحی مذہب کی اشاعت سے توباہمی جدائی اورفساد بڑھ گیااورسیدنا مسیح کے قول کے موافق " تلوار چل گئی" اورآدمی کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہوگئے اس وقت کی تاریخ میں خواجہ صاحب کے خیال کا خیال بھی نہیں پایا جاتا۔

ایں خیال است ومحال وجنوں

یہ تواُن رومی حکام اورمورخوں کی تاریخی شہادت میں سے مشتے نمونہ از خروارے ہدیہ ناظرین کردیا گیاہے۔لیکن اب مسیحی مذہب کے سب سے قدیم غیرمسیحی مخالفوں کی مخالفت اورمسیحیت پرسخت ترین حملہ کنندگان میں سے صرف ایک کا ذکر کیا جائیگا۔اورجن امور پر اُس نے حملہ کیا ہے۔ وہ مختصر

طورپر اوربعض اوقات اُسی کے لفظوں میں یہاں درج کرتے ہیں۔ سو واضح رہے کہ سلس نامی ایک افقوری فرقہ کا یونانی فیلسوف اورعالم فاضل مسیحیت کا نہایت خوفناک مخالف دوسری صدی میں گذرا ہے۔ اس کی اس مخالفانہ کتا ب کا نام "سچا مناظرہ ہے۔ یہ کتاب اُس وقت معدوم تھی اوراب بھی دستیاب نہیں ہوئی۔ مگر تیسری صدی مسیحی کے ایک نہایت عالم فاضل بزرگ اوریجن نامی کے اُس جواب سے پتہ لگتاہے جو اس نے سلس کی اس کتاب کا لکھا ہے۔لیکن چونکہ اوریجن بزرگ اپنے مخالف کے الفاظ اقتباس کرتاہے۔ اورہربات کا بتدریج جواب دیتاہے۔ تواس کے جواب سے سلس کی اصل کتاب تقریباً پوری کی پوری نکالی جاسکتی ہے۔ سلس کی کتاب اوریجن کے جواب سے تقریباً اسی برس پیشتر یا قریب ۱۷۰ء میں لکھی گئی تھی چنانچہ سلس مسیح کے بارے میں کہتاہے کہ" وہ جوحال ہی میں لوگوں کے درمیان ظاہر ہوا"(۸: ۱۲)وہ مسیح کے بارے میں کہتاہے کہ" تھوڑا ہی عرصہ گذراہے۔ کہ اُس نے اپنی اس تعلیم کی تلقین شروع کی۔ اورمسیحی اس کو خدا کا بیٹا تصور کرتے تھے"(۱: ۲٦) سلس بتاتاہے کہ جن تعلیمات پر میں حملہ کرتاہوں وہ مسیحیوں کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں"(۲: ۷۴)۔ وہ تجسم کی تعلیم پر اعتراض کرتاہے(۳: ۲سے ۳۰) وہ یوسف کونجار کہتاہے(۵: ۵۲)۔ وہ مجوسیوں کا بھی ذکرکرتاہے جومسیح کی بطور خدا پرستش کرنے آئے تھے(۱: ۵۸)۔ وہ مسیح کے مصر کوبھاگ جانے کا بھی ذکر کرتاہے(۱: ٦٦۔ ۵: ۵۲)ہیرودیس کے ذریعہ بچوں کا قتل عام کئے جانے کی طرف اشارہ کرتاہے(۱: ۵۸)۔مسیح کے بپتسمہ کے وقت جواس پر کبوتر کی شکل میں روح القدس نازل ہوا تھا اس پر حملہ کرتاہے (۱: ۴۱) اوربتاتاہے کہ اس وقت آسمان سے ای آواز آئی تھی۔ جویہ کہتی تھی کہ مسیح خداکا بیٹا ہے(۱: ۷۲) اورمسیحیوں کے اس عقیدے پر اعتراض کرتاہے کہ وہ مسیح کوخدا کا بیٹا مانتے ہیں(۲کا پہلا نصف ٦: ۷۲، ۷۴ ۔ ۸: ۱۴ وغیرہ)۔ مسیح کی تعلیمات کا بیان کرکے وہ کہتاہے " ناصرت کے آدمی نے ان (یعنی موسیٰ کی شریعتوں) کے عین خلاف اپنے قوانین کی تشہیر

کی یہ کہتے ہوئے کہ کوئی شخص باپ کے پاس نہیں آسکتا۔ جوقدرت یا دولت یا عزت کوپیارکرتاہے۔ کہ انسان کولازم نہیں کہ وہ کوؤں سے بڑھ کر اپنی خوراک کی فکر کریں۔ کہ ان کواپنی پوشاک کی بابت سوسنوں سے بھی کم پرواہ کرنی چاہیے۔ کہ جس نے اُن کو ایک مکا مارا ہے وہ اس کو دوسرا بھی مارلینے دیں"(۷: ۱۸) وہ اس آیت کا اقتباس کرتاہے کہ" جوتیری ایک کی گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیردے"۷: ۵۸) مسیح کے پیروؤں کی بابت کہتاہے کہ وہ محصول لینے والے اورملاح تھے(۱: ٦۲) اورکہتاہےکہ "انہوں نے اُس کو چھوڑدیا اورگرفتار کروادیا جواس کے ہم جلیس تھے۔ اورتمام چیزوں میں شریک تھے۔ اوراس کواپنا استاد سمجھتے تھے۔ اوربچانے والا ۔ اورخدائے اکبر کا بیٹا تصور کرتے تھے"(۲: ۹) مسیح کی جان کنی کی طرف حقارت اشارہ کرتاہے۔ اوراس کی اس بات کا اقتباس کرتاہے کہ" اے باپ گرممکن ہے تویہ پیالہ مجھ سے گذرجائے"(۲: ۲۴) ۔ مسیح کو" یسوع مصلوب " کہتاہے۔(۲: ۳٦) جن لوگوں نے اُسے مصلوب کیا۔ وہ کہتاہے کہ یہ وہ لوگ تھے" جنہوں نے تمہارے خدا کو صلیب دی"(۸: ۴۱) مسیحیوں کے اس عقیدے پر اعتراض کرتاہے کہ" مسیح نے بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے یہ مصیبتیں سہیں"(۲: ۳۸)۔ مسیح کے مردوں میں سے جی اٹھنے کی حقیقت کی تردید کرنے کی کوشش کرتاہے۔(۲: ۵۹، ۷۰) ان فرشتوں کی طرف اشارہ کرتاہے۔ جس نے قبر پر سے پتھر ڈھلکا یا تھا (۵: ۵۲یں) جس کے جی اٹھنے کی بابت جومسیحیوں کا عقیدہ ہے۔ اس کی بیوقوفی ظاہر کرنے کی سعی کرتاہے(۳: ۱۴) مسیحیوں کے اس کہنے پر تمسخر اڑاتاہے کہ" دنیا میرے لئے مصلوب ہوئی اورمیں دنیا کے لئے"(۵: ٦۴)۔ مسیحیو کا مسیحیت سے انکار کرنے کی نسبت نہایت صبر اورجوش کے ساتھ موت کا مقابلہ کرنے کا اشارہ کرکے(۸: ۴۸) سلس کہتاہے کہ" علاوہ اس کے تم میں کیایہ ایک بہودہ اوربے ربط بات نہیں ہے۔ کہ ایک طرف توتم جسم کو اسقدر بڑا سمجھتے ہو۔ یہ توقع کرتے ہو کہ یہی جسم پھر جی اٹھے گا۔ گویا کہ تمہارا

نہایت ہی عمدہ اوربیش قیمت حصہ ہے۔اورپھر دوسری طرف اُس کو ایسی اذیتوں کے حوالہ کرتے ہوگویا وہ کسی کام کا نہیں ہے"(۸: ۴۹) مسیحیوں کے ستائے جانے کی طرف اشارہ کرکے سلس کہتاہے"جناب من! آپ یہ نہیں دیکھتے کہ نہ صرف تمہارے خداکو(مراد مسیح ہے) بُرا کہا جاتاہے بلکہ ہربحروبر سے جلاوطن کیا جاتاہے۔ اورتم خود جوکہ گویا ایک بت ہو۔ جواس کے لئے مخصوص کئے گئے ہو۔ باند ہے اورسزا یابی کے لئے لیجائے جاتے ہو۔ اورلکڑی سے باند ہے جاتے ہو۔ جب کہ تمہارا خدا یا جیسا کہ تم اُسے کہتے ہوخداکا بیٹا ۔ بدکار سے اس کا بدلہ نہیں لیتا؟(۸: ۳۵) (دیکھو سٹوکس صاحب کی کتاب محولہ بالا صفحہ ۳۶سے ۴۹)۔

سلس کے ان اقتباسات سے جوپہلی بات ذہن کے سامنے آتی ہے۔ وہ یہ ہی کہ جوتاریخی اورتعلیمی امور اور عقائد مسیحیوں کے اُس وقت کی مسیحی مقدس کتابوں یعنی انجیل میں موجوب تھے۔ یعنی ۱۷۰ء میں اوراُس سے پہلے ۔ وہی آج اس انجیل میں پائے جاتے ہیں۔جوہمارے ہاتھوں میں ہے۔ سلس مسیحیت کے آغاز سے بہت ہی نزدیک کا اوراُسی ملک کا جس میں مسیحیت نے جنم لیا نہایت ہی عالم فاضل اور واقف کارمخالف مسیحیت کا تھا۔ اورخود بھی بُت پرستوں میں سے تھا اُس کو تویہ بھی نہ سوجھی کہ مسیحیت کا سرچشمہ پیگن ازم ہے۔ اورکہ" ضرورت وقت اور عیسائی مذہب کوہردل عزیز بنانے کے خیال نے قدیمی راہبوں کواس بات پر مجبور کردیا۔ کہ وہ قدیمی مذاہب کفر والحاد کی روایات کوجناب مسی اوراُنکی والدہ پرجُوں کی نوں چسپاں کرکے لوگوں کویہ کہہ دیں ---" وغیرہ۔ مگر ہمارے مہربان اور"محض محبت اوراخلاص کی بنا" پر ہم سے اختلاف رکھنے والےخواجہ کمال الدین کوجومسیحیت سے قریب دوہزار برس کا اورسینکڑوں میلوں کا اورہرقسم کا بعد رکھتے ہیں۔ بہت دور کی سوجھی۔ بھلا خواجہ صاحب کرتے تو اس سے زیادہ کیا کرسکتے تھے کہ یورپ کے محققین کی تحقیقات کا جیسے کہ اُنہوں نے غلط نتیجہ نکالا۔ متتبع کرتے ہوئے یہ غلط نتیجہ نکالتے کہ" بہت سی ایسی قدیمی روایات جن کا تعلق پرانے کفر والحاد سے تھا----- وہ ہمارے پیارے مسیح کے نام سے منسوب کردی گئی ہیں"۔ اور طرہ یہ کہ اپنے اس دعوے کے لئے کوئی تاریخی ثبوت نہیں دیتے۔ اوربھلا بیچارے بتابھی کیا سکتے تھے۔ جب خود انہیں کومعلوم نہیں۔ جن کی اندہی تقلید آپ خود کررہے ہیں۔ پس جس کی بنا غلط تواُس کا متتبی بھی غلط دیکھئے صاحب ۔ خواجہ صاحب کا علم بلیغ کہاں تک بڑھا ہوا ہے۔ جبکہ وہ فرماتے ہیں کہ" انجیل توریت کے سوا کسی اور کتاب میں مسیح کا پتہ نہیں چلتا۔ ہاں مودی مورخ یوسفیس کی تاریخ میں ایک آدھ ورق مسیح کے حالات کی طرف اشارہ کرتاہے۔ لیکن وہ ورق آج خود ارکان کلیسیا کے نزدیک بھی جعلی ثابت ہوچکا ہے"(ینابیع المسیحیت صفحہ ۲۳) اس کتاب کا حوالہ بھی میں قبل ازیں دے چکا ہوں۔ جس میں مسیح کا ذکر آیاہے۔اوراگرچہ خواجہ صاحب نے الفاظ تحت الخط میں" محض" ارکان کلیسیا" کے بلاثبوت اس کہنے کی تقلید کرکے یوسفیس مورخ کے بیان کوغیر معتبر ٹھیرانے کی کوشش بے فائدہ کی۔لیکن اگرہم بفرض محال آپ کی اس تقریر کومان بھی لیں۔ توکیا رومی معتبر اورمعزز احکام کی ان کتابوں میں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے مسیح کا ذکر نہیں ہے؟ کیا سلس کی سخت مخالفانہ کتاب میں مسیح کا اورمسیحیوں اوراُن کے عقائد کا مفصل ذکر نہیں ہے۔جناب من!وہ تو آپ سے بھی زیادہ ژرف نگاہ اورنکتہ چین اور واقفکار عالم تھا اُس نے تقریباً مسیح اوراُس کی تعلیمات اورمسیحیوں اوراُن کے معتقدات کا وہی پورا پورا اورمکمل نقشہ کھینچا ہے۔جوآج ہمارے پاس انجیلوں میں موجود ہے۔ جو میں نے اوپر پیش کردیا۔ اس کے علاوہ اسی زمانہ کے چند ایک اوربھی یہودی اورغیر مسیحی مصنفوں کی کتابیں ہیں جن سے مسیح کا وہی نقشہ کھینچ سکتے ہیں۔ جوانجیل میں ہے۔ مثلاً سواموساٹا کا باشندہ لوشین جو۱۰۰ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی کتاب "پریگرینس کی وفات" الیوس لمبریڈیوس جس نے ۳۱۰ء میں اپنی تاریخ لکھی۔ شہنشاہ ہیڈین کا وہ خط جواُس نے سرویانس کولکھا تھا۱۱۵ء سے ۱۳۸ء) دوسری صدی کے نئے

افلاطونی فلسفہ کے فیلسوف پارفری نے مسیحی مذہب کے خلاف پندرہ حصوں میں لکھی ۔ وغیرہ بخوف طوالت اُن سب کا ذکر چھوڑا جاتاہے۔

اَب میں تھوڑا سا ذکر رسولی بزرگوں کی تصنیفات کا کرونگا۔ جوپہلی صدی مسیحی کے نصف میں موجود تھے اورجن کی تصنیفات تقریباً ۵۰ء سے لے کر زیادہ سے زیادہ ۱۵۰ء تک کے درمیانی عرصہ میں لکھی گئیں۔ یعنی رومی کلیمنس کا خط کرنتھ کی کلیسیا کو(۹۸ء یا ۹۹ء) ۔اغناطیوس کے خطوط ۱۰۷ء ۔ پولوکارپ کی تصنیفات (۱۰۸ء) پولوکارپ کا شہادت نامہ ۱۵۵ء یا ۱۵۶ءکے بعد ہی) تعلیم الرسل ۱۷۰ء سے پہلے) برنباس کا خط ۱۷۰ء کے آخریا ۱۷۱ء کے آغاز میں) شبان برمس ۹۲ء) ویاغیطس کا خط ۱۵۰ء سے پہلے) پاپیاس کی تصنیف (پہلی صدی کے نصف میں) یہ سب وہ قدیم مسیحی ایماندار عالم اوربزرگ ہیں جن کو" رسولی بزرگ" کے نام سے موسوم کیا جاتاہے۔ یعنی وہ بزرگ جورسولوں کے ہمعصر تھے۔ جنہوں نے اُنکو دیکھا اوراُن سے باتیں کیں۔ اوراُن کی باتیں سنیں۔ یا اُن کے تابعین کےتبع تابعین تھے۔ اوریہ سب کے سب ۱۵۰ء سے پہلے پہلے گذرچکے ہیں۔ اُنہوں نے کتابیں لکھیں ۔ جوآج ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ اورجن کو "رسولی بزرگوں کی تصنیفات "کہتے ہیں۔ ان تصنیفات میں نئے اورپرانے عہدناموں سے بہت سے اقتباسات اوراُنکی طرف اشارے، مسیحی پوری پوری تعلیمات کا ذکر اورتشریح بعینہ ویسی پائی جاتی ہیں جیسی موجودہ اناجیل میں ہیں۔مسیح کی الوہیت ،کفارہ، مسیح کی پیدائش، مرنا، جی اٹھنا۔ آسمان پر چڑھ جانا۔ قیامت وغیرہ وغیرہ قریب قریب ساری تعلیمات کا مختصر بیان ملتاہے۔ مثلاً رومی کلیمس کا خط کرنتھیوں کے نام ہیں" کرنتھیوں کا پہلا خط واضح اورعلانیہ طورپر پولوس رسول سے منسوب ہواہے۔ اورہمارے خداوند کے الفاظ جومتی ، مرقس ،لوقا کی اناجیل میں ہیں صاحف طورپر اس خط میں ملتے ہیں۔ مگر انجیل نویسوں کا نام نہیں دیا گیا۔ یہ رسولی بزرگوں کی عادت ہے۔ نیز رسولوں کے اعمال ،رومیوں کے خط، کرنتھیوں کے ہردوخط، گلتیوں، افسیوں اورکلیسیوں کے خط تھسلنیکیوں کا پہلا خط تمطاوس کے ہردوخط ، طیطس کے اورعبرانیوں کے خط، یعقوب کے خط اور ۱، ۲پطرس سےکم وبیش اقتباس واشارات پائے جاتے ہیں۔ مگربلامصنف کے نام واقتباسی نشان کے یہ شہادت جونئے عہدنامہ کی کتابوں کی قدامت اورصحت اورسند کے بارے میں اس خط کے اندردی گئی ہے۔ وہ نہ صرف کلیمس کی تصور کی جاتی ہے۔ بلکہ خود روما کی کلیسیا کی ۔ لہٰذا قطعی اورقابل اعتبار ہے(دیکھو رسولی بزرگ صفحہ ۱۳)۔ پھریہ بھی ثابت ہے کہ وہ رومہ کی کلیسیا کا اسقف تھا۔ اورکہ اُس نے پولوس اورپطرس اورغالباً یوحنا اوردیگررسولوں کوبھی دیکھا اوراُن سے گفتگو کی اورتعلیم پائي۔ (ایضاً صفحہ ۸)۔ان امور کے ساتھ مسیح کی ولادت اورکام اورصلیبی موت۔ اورمردوں میں سے زندہ ہونا وغیرہ امور کو"تاریخی حیثیت سے بیان کیا گیاہے۔ نہ کہ" پرانی کہانی" کے طورپر جیسا خواجہ صاحب کا زعم ہے(دیکھو ینابیع المسیحیت صفحہ ۹۰) مگرخواجہ صاحب کا ایسا کہہ دینا کوئی وقعت اپنے اندر نہیں رکھتا"۔ جب اس قدر رومی اوریہودی اورمسیحی حکام اورمورخوں اورمخالفوں اور معاونوں کی قدیم ترین شہادتیں مسیح اوراُس کے کاموں اورتعلیم کی بابت موجود ہیں توکسی کا تاریخ سے انکار کرنا۔ ایسا ہی ناقابل اعتبار اورلچر ہے۔ جیسا کوئی دن کو رات کہے۔ یادرہے کہ قیاس بُرہانی یقینیات سے مرکب ہوتاہے۔ اوریقینیات کے اصول اولیات اورمشاہدات اورتجربیات اور حدسیات اورمتواتر اور فطریات ہیں۔ اورمتواترات وہ واقعات ہیں جن کے یقین کرنے کے لئے اتنے لوگوں کی روایت درکار ہوتی ہے۔ جن کا جھوٹ پر اتفاق کرلینا عقلاً محال ہو۔ مگر یہ شرط نہیں۔ کہ اُنکی تعداد خاص ہوبلکہ شرط یہ ہے کہ روای تھوڑے ہوں یا زیادہ ہوں۔ وہ اتنے ہوں کہ اُن کے جھوٹ پر متفق ہونے کو عقل محال جانے یعنی اُن کی خبر سے یقین حاصل ہوجائے۔ یقینیات کا یہ اصول تاریخ کوخاص ہے تاریخ۔ کا یقین مورخوں کی صداقت پر منحصر ہے۔ یعنی اُن کا کسی تاریخی امر کو بیان کرنے میں جھوٹ پر اتفاق کرلینا محال ہے عقل ہو۔ پس اس دلیل کے مطابق

مذکورہ بالا احکام کی جورومی تھے۔ دشمنوں کی جومسیحی نہ تھے۔ معاونوں کی جومسیحی تھے۔ اورطرہ اس پر یہ کہ وہ سب متواتر ہیں۔ بعض اُن میں سے خود چشم دید شاہد ہیں۔ بعض چشمدید شاہدوں کے ناظر اورسامع ہیں۔ یا اُن سے اُنہوں نے کلام کیا۔ بعضوں نے مسیحیوں کی مقدس کتاب انجیل سے براہ راست اقتباس کیا۔اوراُن پر مخالفانہ نظر ڈالی، وغیرہ۔ ان سب کی شہادت مسیح کے اوراُس کے مذہب کے تاریخی ہونے پر ایسی یقینی ہے۔ کہ اُن کا جھوٹ پر اتفاق کرلینا عقلاً محال ہے"۔ اگربفرض محال دوستوں کی شہادت پر شک کیا جائے۔تواُن کا اُس مذہب کے سبب دکھ اٹھانا یا مارے جانا۔ اُس میں شک کو بالکل رفع کردیتاہے۔ (کسی مذہب کا من جانب اللہ ہونا یا نہ ہونا یا جھوٹا سچا ہونا تاریخی امور کے یقینات سے ہونے پر کچھ اثر نہیں رکھتا۔ یہ امر ہی غیر متعلقہ ہے) اورجب معاونوں کے تاریخی بیانات کی تصدیق اُن کے مذہبی مخالفوں سے ہوجاتی ہے توان کی شہادت ، اُن کی شہادت کے لئے سونے پر سوہاگے کاکام کرجاتی ہے۔اورخواجہ صاحب کے قلعہ کے لئے ڈائنا مائٹ کا کام دیتاہے۔ایک ایک انجیل کی صحت اورمعتبری بیان کرنا ہمارے مبحث سے بالکل الگ ہے اورنہ ہی یہاں اُس کی گنجائش ہے۔ اوراُن کا وہ مقولہ ینابیع المسیحیت کے صفحہ ۵۴ء پر "عیسائ مذہب کوہردل عزیزبنانے کا خیال گدہے کہ سرپر سے سینگوں کےاڑجانے کا مصداق ہوجاتاہے۔

پھرآپ کایہ کہنا بھی تاریخی حیثیت سے کیسا گرہوا ثابت ہوتاہے۔ کہ یہ" سب کچھ" یعنی بابل کی بعل پرستی "تھیٹر کے رنگ میں ہوتا تھا۔ بخت نصر کے ایام حکومت میں بھی یہ تھیٹر ہوا کرتے تھے۔ جویہودیوں کوقید کرکے بابل میں لے گیا تھا۔ جہاں اسرائیلی اسیر کئی نسل تک غلامانہ حیثیت میں رہے۔ اُن تھیٹروں کودیکھتے رہے۔ اورواپسی پر ان قصوں کوساتھ لائے۔ اس واقعہ کے علاوہ توریت اوراسرائیلی شعار میں جوبیسیوں اورباتیں بھی آفتاب پرستی کی شامل ہوگئی ہیں۔ مغربی تحقیق نے اُن سب کو اسی واقعہ بخت نصر اورقید اسرائیل کی طرف منسوب کیاہے۔ کتاب پیدائش کے واقعات وغیرہ سب کے سب بابل سے نکل آئے"۔(ایضاً صفحہ ۷۲)۔ مجھے خواجہ کمال الدین پر اس قدر افسوس نہیں آتا جس قدر اُن یورپین محققین پر آتاہے۔ جن کی اندہی تقلید خواجہ صاحب اور اُن کے ہمنوا کرتے ہیں۔ یورروپین محققین کی تحقیقات کاایک اصول یہ ہے کہ جن دوامور میں جن میں سے ایک مقدم اوردوسرا موخر ہو۔ یا دونوں ہمعصر ہوں اوراُن میں باہمی مشابہت اورموافقت زیادہ پائی جائے اورمنافقت کم پائی جائے توفوراً نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ کہ موخر مقدم سے اخذ ہواہے۔ یااگر کوئی مسئلہ جوکسی کتاب میں ہے۔ اوروہ اپنی عقل اور تحقیقات میں درست نہ آئے۔ یا اُس کی مخالفت منظور رہو توجھٹ کہہ دیتے ہیں۔ کہ فلاں کتاب تاریخی پایہ سے گری ہوئی ہے۔ یایہ کہ وہ مقام جس میں وہ مسئلہ درج ہے۔ محرف ہے مگر اُس کے لئے کوئی تاریخی ثبوت نہیں ملتا۔ یہی حال خواجہ صاحب کا بھی ہے۔ چنانچہ آپ ینابیع المسیحیت صفحہ ۹۴، ۹۵ میں مسیح کے بعض اقوال کوسورج کی کیفیت پر تطبیق دے کریوحنا کی انجیل کے بارے میں یہ رائے قائم کرتے ہیں۔ کہ خصوصاً انجیل یوحنا میں جس کی تصنیف کے متعلق یہ امر متحقق ہے۔ کہ وہ مسیح سے کئی صدیوں بعدہوئی اورسکندریہ کے مذہب فلسفہ کے تاثرات سے خالی نہیں"۔ اورکہ "قدیمی راہبوں نے جن میں سے ایک انجیل یوحنا کا مصنف بھی تھا۔ مسیح کوشمس پرستوں کے سامنے قیدمی سورج دیوتاؤں کا ایک مقام پیش کیا"۔ ان دونوں میں کیسا تضاد پایا جاتاہے۔ ایک میں تویحنا کی انجیل کا مصنف " مسیح سے کئی صدیوں" بعد موجود بتایا جاتاہے۔ خواجہ صاحب کے خیال کے مطابق "چوتھی صدی میں جب مسیحیت اورشمس پرستی کا تصادم ہوا(صفحہ ۸۳) دوسرے مقام میں اس کو"قدیمی راہبوں" میں شمار کیا ہے۔ اب بھلا بتاؤ۔ دونوں باتوں میں سے کس بات کوسچ مانا جائے۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ جس خیال کی بناء غلط ہو۔ تووہ خیال خود غلط ملط ہوتاہے۔ اسی لئے کلام میں تضاد پیدا ہوجاتاہے ۔ کیونکہ اپنی رائے کی تصدیق کے لئے خواہ وہ سچی ہو خواہ جھوٹي حسب موقعہ ومحل بنیاد بنانی ہی پڑتی ہے۔ جیسے یہاں کیا گیاہے۔ اوریہی صورت اُس استدلال کی بھی ہے۔ جو۷۲ء

صفحہ پر کیا گیا ہے(اورجس کا اقتباس اوپر کیا گیا ہے) کہ بابل کے یہودی اسیر بعل پرستی کے عقیدہ کو اوراس کے متعلق" واپسی پر اُن قصوں کوساتھ لائے"۔ مگر اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ وہ ان قصوں کواپنے ساتھ لائے۔ اورکہ اُنہوں نے انجیلی واقعات اور تعلیمات پر وہ بعل پرستی کا رنگ چڑھادیا ۔ حالانکہ یہ امر بالتحقیق پایہ ثبوت کوپہنچ چکا ہے کہ بابل کی اسیری سے قبل تووہ بت پرستی یا سورج پرستی کی طرف اکثر مرتبہ راغب اورمنہمک ہوجایا کرتے اورخدا کےانبیاء بار بار خدا کی طرف سے اُنکوسمجھاتے اورشریعت کے احکام یاددلاتے۔ اورکہ خدا کوتمہاری اس بت پرستی سے سخت نفرت اورتم سے اسی وجہ سے سخت ناراضگی ہے۔ اورجب وہ ان کاکہنا نہ مانتے توخدا سے سزا پاتے تھے۔ اسی گناہ کے سبب سے خدا نے اُن کو آخرکار بخت نصر کے ذریعہ سے اسیر کرواکر بابل میں بھیج دیا تھا۔ جہاں وہ ستر برس تک اسیر رہے مگر جب وہ پچھتائے توخدا نے اُن کو وہاں سے رہائی دلاکر پھر یروشلیم میں پہنچایا۔ اوریروشلیم اوروہاں کی ہیکل حال ہوئي۔ اوربت پرستی کا رنگ توکیا اسکا شائبہ بھی اس وقت سے آج تک اُن کے طریق یاعبادت میں نہیں پایا جاتا۔ حتیٰ کہ اسیری کے بعد کسی زمانہ میں بھی بت پرستی کا سراغ ان میں نہیں ملتا۔ بت پرستی ان میں سے اس وقت سے بالکل معدوم ہوگئی اوریہ اسیری کے بعد کے اسرائیلیوں کے خواص میں سے ایک خاصہ ہے۔ جناب من! اُن کی اسیری میں اُنکی خدا پرستی کا اوربعل پرستی سے نفرت کا وہ عالم تھا ۔ جومعلات کے زبوروں میں سے ایک یعنی ۱۳۷ ویں زبور میں مندرج ہے۔ "بابل کی نہروں پر وہاں ہم بیٹھے، اورصیحون کویادکرکے روئے ہم نے اپنی بربطیں بید کے درختوں میں جو اس کے بیچ میں تھے ٹانگ دیں۔ کیونکہ وہاں اُنہوں نے جوہمیں اسیر کرکے لے گئے تھے۔ ہم سے درخواست کی کہ ہم کچھ گائیں۔ اوروہ جوہمارے ستانے والے تھے چاہتے تھے کہ ہم خوشی منائیں یہ کہہ کر صیحون کے گیتوں میں سے ہمارے لئے ایک گیت گاؤ۔ہم کیونکر اجنبی کی سرزمین میں خداوند کے گیت گائیں؟ اے یروشلیم میں تجھ کو بھول جاؤں تومیرا دہنا ہاتھ اپنا ہنر بھولے۔ اگرمیں تجھ کویاد نہ رکھوں۔ اوراگر میں تجھ کو یاد نہ رکھوں اوراگرمیں یروشلیم کواپنی اول خوشی سے زیادہ ترعزیز جانوں تومیری زبان تالو سے لگ جائے"۔ بت پرستی کے خیالات اورقصوں کواپنی واپسی پر لانا تو درکنار رہا وہ تو بت پرست ملک کوبھی ایسا پلید اورنجس سمجھتے تھے کہ اُس میں رہ کر" خداوند کے گیت" گانا بھی نامناسب اورالہٰی نام کوبے عزتی کرنا سجھتے تھے۔ وہ تو "صیحون کویاد کرکے روئے تھے"۔ اُن کونصب العین اورمطمع نظر یروشلیم اوراُس کی ہیکل اوراُن کا خدا تھا"۔ قدیم دنیا کو اوربنی اسرائیل کی تاریخ کے ابتدائی مدارج میں اُن کے میلانات کومدنظر رکھتے ہوئے ہے یہ امر نہایت ہی ضروری معلوم ہوتاہے۔ کہ وہ بالکل الگ تھلگ رہیں تاکہ عہدعتیق کا مذہب اُن پر دیسی عناصر کی آمیزش سے محفوظ رہے۔ جواُسکی ہستی کے لئے بہ آسانی مہلک ثابت ہوتے۔ اوراگر بابل میں اُنکی ستر برس کی اسیری کے بعد اُس خطرہ کا منبع مسدودہوگیا تھا۔ تواس قوم کے بڑے حصہ کا ان قوموں میں جن کے دستورات اورتہذیب کا اثر اُن پر بالضرور پڑتا۔ منتشر ہوجانے ماقبل کی بہ نسبت اس امر کو بہت ہی لازمی قرار دے دیا تھا۔ اس غرض کے لئے احادیث بھی بڑی مفید اورموزون ثابت ہوئی ہیں۔ گویاکہ وہ شریعت کے گردباڑ ہیں۔ جس سے اُس کی خلاف ورزی اورتبدیلی ناممکن ہوگئی تھی"- The Life and Times of Jesus the Messiah vol.1p.3

جس سے ظاہر ہوتاہے ۔ کہ اگرچہ یہود بابل کی اسیری میں ستر برس تک رہے اورہرقسم کے تاثرات کے اندر تھے توبھی ایسے الگ تھلگ رہے تھے کہ مذہبی نقطہ خیال کیا تہذیب کے نقطہ خیال سے بھی خالص اوربے لوث رہے تھے۔ ساتھ ہی اُنکی شریعت بھی ہر قسم کی تبدیلی وتغیر سے محفوظ رہی۔ خداوند مسیح نے اُن کو اس لئے توکئی مرتبہ ملامت کی تھی کہ وہ اپنی روایتوں سے خدا کی شریعت کے احکام کوٹال دیتے تھے۔ اوریہ بھی کہا کہ بہتر توتھا کہ اُس کو بھی نہ ٹالتے اور اُس کو بھی مانے مگر کبھی اس بات کا الزام اُن پر نہیں لگایا کہ غیر مذاہب

کے۔ یا بابلی قصہ کہانیوں کا جن کو تم اپن ساتھ لائے ہوتم پر بڑا اثر ہے۔اورتم اُس کی تعمیل کرتے ہو۔ اگراُن پر بابلی رنگت چھائی ہوئی تھی۔ توضرور تھا۔ کہ پہلے یہودیت پر ہوتا اورپھر عیسائیت پر ۔ اورجب وہ خود کہتےہیں۔کہ پیگن ازم کی رنگت پانچویں صدی میں مسیحیت پر چڑھی۔ توظاہر ہے کہ پہلی دوسری تیسری صدیوں میں مسیحیت بالکل خالص اور غیرملوث تھی۔ لیکن جومسیحیت آج ہماری مروجہ انجیل میں پائي جاتی ہے۔ وہی وہ ہے جوابتدائی صدیوں میں موجود تھی۔ پس خواجہ صاحب کا یہ نتیجہ نکالنا کہ انجیل بیان بابلی داستانوں سے ماخوذ ہے بالکل غلط ہے۔نیز آنجناب نے دس بارہ ممالک کے دیوتاؤں کا ذکر کیا ہے جن کے پرستاروں کے عقائد اورواقعات آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ مگر یہ بالتحقیق وبالا امتیاز نہیں بتایا۔ کہ اُن راہبوں نے کس ملک کے دیوتا کے واقعات اور اسکے متعلق لوگوں کے معتقدات کی تطبیق مسیح اوراُنکے واقعات کے ساتھ کی اور اس کے عقائد کواپنا عقائد نامہ قرار دیا۔ یا سبھوں کے واقعات اور عقائد کا مجموعہ کرکے مسیحیت پر چسپاں کردیا۔ آیا کسی راہب نے یہ کہا یا بہتوں نے فراہم ہوکر اور اتفاق کرکے یہ نیا مذہب بنادیا۔ ان تمام امور کا مفصل اور تاریخی بیان خواجہ کمال الدین صاحب کے ذمہ ہے۔ قیاس بے اساس سے کام لینا علماء کا کام نہیں ہے۔

یہودیوں کی نفرت اورعلیحدگی بُت پرستوں سے جو وہ اسیری کے بعد سے خداوند مسیح کے زمانہ تک اور مابعد رکھتے تھے۔ اس طرح ظاہرہے کہ یہودیوں کی غیر الہامی کتب کے مطابق انکا خیال یہ ہوگیا تھا ۔ کہ بت پرستوں کا بچہ بھی عین اپنی پیدائش ہی کے وقت سے ناپاک اورپلید ہوتاہے۔ جولوگ پہاڑوں پہاڑیوں اورجھاڑیوں وغیرہ کی پرستش کرتے ہیں۔ المختصر بدترین قسم کے بت پرستوں کوتلوار سے قتل کرڈالنا چاہیے ۔ اس وقت کے ربیوں نے بڑی بڑی تحدیاں کرچھوڑی تھیں تاکہ یہودی قوم پھر بت پرستی میں نہ پڑجائے۔ مثلاً بت پرستوں سے کسی قسم کی شراکت یا ربط ضبط نہ رکھنا چاہیے۔ کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے بت پرستوں کو ان کی عبادت میں مدد مل سکے۔ نہ تو اُن کو کسی قسم کی راحت یا مدد پہنچائی جائے حتیٰ کہ ماؤں کواُنکی اشد ضرورت کےوقت یا اپنے شیر خوار بچوں کی پرورش کرنے میں ہرگز مدد نہ دینا چاہیے ۔ تاکہ بت پرستی کے لئے کہیں بچہ نہ پیدا ہوئے صرف اسی پر ہی بس نہیں۔ بلکہ یہ کہ اگر چہ بت پرستوں کوخطرے میں ڈھکیلنا اچھا نہیں۔ توبھی اگروہ خطرے میں پڑجائیں توان کو اُس سے نکالنا بھی نہ چاہئے ربیوں کا حکم تھا کہ بُت پرستوں میں سے بہترین کوبھی قتل کردو، اورسانپوں میں جوسب سے اچھا سانپ ہے اُس کے سرکوکچل ڈالو۔ الغرض جوشخص ایسوں کی امداد کرتا یا اُن سے ربط ضبط رکھتاہے وہ اُن میں سے ایک ہوجانے کے خطرہ میں ہے۔ بت پرستوں سے یہودیوں کی سخت نفرت اورپرہیز کا اندازہ کچھ اس طرح سے ہوسکتاہے کہ اُن کوحکم تھا۔ کہ اپنے مویشی بھی چرواہے یا پرورش کے لئے اُن کے سپرد نہ کرو۔ اپنے بچوں کی نگرانی اورخدمت بھی اُن سے مت کرواؤ۔ اپنی بیماری پربھی ان کے اطبا کو علاج معالجہ کے لئے ہرگز نہ بلاؤ۔ جہاں تک ممکن ہو ہروقت اورہر طرح سے ان سے کنارہ کشی کرو۔ وہ اوراُنکی چیزیں ناپاک ہیں۔ اوراُن کے گھر پلید کیونکہ اُن میں بت ہوتے ہیں۔ اوروہ چیزیں جواُن کے لئے مخصوص ہوتی ہیں ایضاً ایضاً وغیرہ ۔ اوربہت سی باتیں ہیں جن سے ظاہر ہوتاہے کہ یہود میں صرف بت پرستی ہی نہ تھی بلکہ بت پرستی کے خیالات بھی معدوم تھے۔ انکی ہر طرف ایک چیز سے ان کونفرت ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ ان کا سایہ بھی اُن کوپلید کردیتا تھا(مرقس ۷: ۳، ۴)۔

اب میں یہ بتانا چاہتاہوں کہ مسیحیت پرانے عہدنامہ کی پیشینگوئیوں کے مطابق معرضِ ظہور میں آئی۔ اوروہ اُن کا تکملہ ہے۔ چنانچہ سیدنا مسیح نے خود فرمایاہے کہ " ضرور ہے کہ جتنی باتیں موسیٰ کی توریت اورنبیوں کے صحیفوں اورزبور میں میری بابت لکھی ہیں پوری ہوں۔ پھر اُس نے اُن کا ذہن کھولا تاکہ کتاب مقدس کو سمجھیں۔ اوراُن سے کہا یوں لکھا ہے۔ کہ مسیح دکھ اٹھائیگا اورتیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھے گا"(لوقا ۳۸:

۴۳سے ۳٦)۔ نہ کہ کوئی اتفاقی واقعہ قدیمی کفر والحاد کا افسانہ فی الحقیقت سب کچھ سچ مچ ظہور میں آیا۔ اورجوتعلیمات انجیل میں پائی جاتی ہیں۔وہ کسی کی نقل نہیں وہ سچ مچ کی تلقین کی ہوئی ہیں۔ چنانچہ

۱۔ کہ وہ کنواری سے پیدا ہوگا"دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اوربیٹا جنیگی اوراُس کا نام عمانوایل رکھیگی(یسعیاہ ۷: ۱۴۔ مقابلہ کرو متی ۱: ۲۳)۔

۲۔ وہ شہر بیت الحم میں پیدا ہوگا "اے بیت الحم افراتاہ ہرچند کہ تویہوداہ کےہزاروں میں شامل ہونے کے لئے چھوٹا ہے توبھی تجھ میں سے وہ شخص نکل کے مجھ پس آئیگا جواسرائیل میں حاکم ہوگا۔ اوراُس کا نکلنا قدیم ایام الازل سے ہے"(میکاہ ۵: ۲۔ متی ۲: ٦)۔

۳۔ مجوسیوں کا آنا۔ "وہ سب جوسبا کے ہیں آئینگے وہ سونا اورلوبان لائینگے اورخداوند کی تعریف کی بشارتیں سنائینگے(یسیعاہ ٦۰: ٦۔ متی ۲: ۱۱)۔

۴۔ مصر کو بھاگ جانا۔" میں نے اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا"ہوسیع ۱۱: ۱ ۔ متی ۲: ۱۵)۔

۵۔ معصوموں کا قتل عام۔ "رامہ میں ایک آواز سنی گئی ہے نوحہ اور زار زار رونے کی۔ راخل اپنے لڑکوں پر روتی ہے۔ اوراپنے لڑکوں کی بابت تسلی نہیں چاہتی ۔ کیونکہ وہ نہیں ہیں"(یرمیاہ ۳۱: ۱۵۔ متی ۲: ۱۷، ۱۸)۔

٦۔ قومیں اُس سے برکت پائیں گی"۔ اوردنیا کے سب گھرانے تجھ سے برکت پائیں گے" اورساری قومیں اُس کے پاس اکٹھی ہونگی"(پیدائش ۱۲: ٦۔ ۴۹: ۱۰۔ اعمال ۳: ۲۵۔ لوقا ۲: ۳۰، ۳۱، ۳۲)۔

۷۔ گلیل میں مسیح کا کام"آخری زمانہ میں غیر قوموں کے جلیل میں دریا کی سمت یردن کے پاربزرگی دے گا۔ اُن لوگوں نے جوتاریکی میں چلتے تھے بُڑی روشنی دیکھی اوراُن پر جوموت کے سائے کے ملک میں رہتے تھے نورچمکا"یسعیاہ۹: ۱، ۲۔ متی ۴: ۱٦۔

۸۔ یہودیوں اورغیرقوموں سے ردکیا جانا۔ "قوتیں کس لئے جوش میں ہیں۔ اورلوگ باطل خیال کرتے ہیں۔ زمین کے بادشاہ سامنا کرتے ہیں اور سردار آپس میں خداوند کے اوراُس کے مسیح کے مخالف منصوبے باندھتے ہیں"۔ زبور ۲: ۱، ۳۔ اعمال ۴: ۲۵، ۲٦۔ لوقا ۱۹: ۴۔ نیز دیکھو یسعیاہ ٦: ۹، ۱۰، ۸: ۱۴)۔

۹۔ گرفتار ہونااپنے ہی رفیق کے ہاتھوں۔" میرے ہمدم نے بھی جس پر مجھے بھروسہ تھا۔ اورجومیرے ساتھ روٹی کھاتا تھا۔ مجھ پرلات اٹھائی" زبور ۴۱: ۹۔ یوحنا ۱۳: ۱۸۔ ذکریاہ ۱۳: ٦)۔

۱۰۔ تیس روپے پر فروخت ہونا۔"انہوں نے میرے مول کی بابت تیس روپے تول کے دئیے۔ اُن تیس روپیوں کولیا اورخداوند کے گھر میں کمہار کے لئے پھینک دیا"۔ ذکریاہ ۱۱: ۱۲، ۱۳، ۱۴، متی ۲٦: ۱۵۔ ۲۷: ۹، ۱۰۔

۱۱۔ شاگردوں سے ترک کیا جانا"۔ اے تلوار تومیرے چرواہے پر اُس انسان پر جو میرا ہمتاہے۔ بیدار ہو۔ رب الافواج فرماتاہے۔ اُس چرواہے کومار کہ گلہ پراگندہ ہوجائے۔ پر میں اپناہاتھ چھوٹوں پر چلاؤں گا ذکریاہ ۱۳: ۱۷۔ متی ۲٦: ۳۱۔ مرقس ۱۴: ۲۷۔

۱۲۔ جھوٹے گواہوں کی شہادت"جھوٹے گواہ اٹھے ہیں وہ مجھ سے وہ سوالات کرتے ہیں جن سے میں آگاہ نہیں"زبور ۳۵: ۱۱۔ ۴۰: ۱۲۔

۱۳۔ اذیتوں کے نیچے خاموشی۔" وہ تونہایت ستایا گیا۔ اورغمزدہ ہوا۔ توبھی اُس نے اپنا منہ نہ کھولا۔ وہ جیسے برہ جسے ذبح کرنے کیلئے لے جاتے اورجیسے بھیڑ اپنے بال کترنے والوں کے آگے بے زبان ہے۔ اُسی طرح اُس نے اپنا منہ نہ کھولا"(یسعیاہ ۵۳: ۷، ۹ ۔متی ۲٦: ٦۳۔ ۲۷: ۱۲، ۱۴۔

۱۴۔ مصلوب ہونا اوراُس وقت کی حالت" میں پانی کی طرح بہا جاتاہوں اورمیرے بند بند الگ ہوچلے ہیں میرا دل موم کی طرح میرے سینے میں پگل گیا۔ ۔۔کیونکہ کتے مجھے گھیرتے ہیں۔ شریروں کی گروہ میرا احاطہ کرتی ہے۔ وہ میرے ہاتھ اورمیرےپاؤں چھیدتے ہیں۔ میں اپنی سب ہڈیوں کونگ سکتاہوں۔

وہ مجھے تاکتے ہیں۔ اورگھورتے ہیں۔ وہ میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں۔ اورمیرے لباس پرقرعہ ڈالتے ہیں"(زبور ۲۲: ۱۴سے ۱۸۔ لوقا ۲۳: ۳۳۔ متی ۲۷: ۳۵۔ لوقا ۲۳: ۲۷، ۳۵، ۲۴۔

۱۵۔ پت اورسرکا دینا" اُنہوں نے مجھے کھانے کے عوض پت دیا اورمیری پیاس بجھانے کوسرکا پلایا"(زبور ۶۹: ۲۱۔ یوحنا ۱۹: ۲۹۔ مرقس ۱۵: ۲۳۔

۱۶۔ اُ سکی کوئی ہڈی توڑی جائیگی"وہ اُس کی ساری ہڈیوں کا نگہبان ہے اُن میں سے ایک بھی ٹوٹنے نہیں پاتی"(زبور ۳۴: ۲۰۔ یوحنا ۱۹: ۲۶۔

۱۷۔ اُس کا چھیدا جانا۔" وہ مجھ پر جسے اُنہوں نے چھیدا ہے نظرکرینگے"(ذکریاہ ۱۲: ۱۰۔ یوحنا ۱۶: ۳۵، ۳۷)۔

۱۸۔ برضا ورغبت وفات پانا" ذبیحہ اورہدیہ کوتونے نہیں چاہا۔ تونے میرے کان کھولے۔سوختنی قربانی اورخطا کی قربانی کا توطالب نہیں۔ تب میں نے کہا دیکھا آتاہوں۔ کتاب کے دفتر میرے حق میں لکھاہے۔ اے میرے خدا میں تیری مرضی بجالانے پرخوش ہوں"(زبور ۴۰: ۶سے ۸۔ مرقس ۱۴: ۳۶۔ یوحنا ۴: ۳۴۔

۱۹۔ ہمارے گناہوں کے لئے موا۔ یقیناً اس نے ہماری مشتقتیں اٹھالیں اور ہمارے غموں کا بوجھ اپنے اوپر چڑھایا۔ پرہم نے اس کایہ حال سمجھا۔ کہ وہ خداوند کا مارا کوٹا اورستایا ہوا ہے۔ پر وہ ہمارے گناہوں کے سبب گھائیل کیا گیا۔ اورہماری بدکاریوں کے باعث کچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کے لئے اُس پر سیاست ہوئی۔ تاکہ اُس کے مارکھانے سے ہم چنگے ہوں" یسعیاہ ۵۳: ۴سے ۶" ۔ اُس نے اپنی جان موت کے لئے انڈیل دی۔ اوروہ گنہگاروں کے درمیان شمار کیا گیا۔ اوراُس نے بہتوں کے گناہ اٹھالئے۔ اورگنہگاروں کی شفاعت کی" یسعیاہ ۵۳: ۱۲۔ اورباسٹھ ہفتوں کے بعدمسیح قتل کیا جائیگا پر نہ اپنے لئے" دانی ایل ۹: ۲۶۔ متی ۲۰: ۲۸۔ یوحنا ۱۰: ۱۵۔

۲۰۔ وہ زندہ ہوجائیگا " اسی سبب سے میرا دل خوش ہے۔ اورمیری شوکت شاد میرا جسم بھی اُمید میں چین کریگا۔ کہ تومیری جان کو قبر میں رہنے نہ دیگا۔ اورتواپنے قدوس کوسڑنے نہ دیگا"زبور۱۶: ۹، ۱۰"۔ وہ دودن بعدہمیں حیاتِ تازہ بخشیگا تیسرے دن میں وہ ہم کو اٹھاکھڑا کریگا۔ اورہم اُس کے حضور میں زندہ رہیں گے"ہوسیع ۶: ۲۰۔ مرقس ۱۶: ۹۔ لوقا ۲۴: ۶، ۷۔ نیز دیکھو زبور ۳۰: ۳۔

۲۱۔ آسمان پر صعود فرمانا۔ "تواونچے چڑیا تونے اسیرکیا۔ تونے لوگوں کے بلکہ سرکشوں کے درمیان ہدئیے لئے" زبور ۶۸: ۱۸۔ "خداوند نے میرے خداوند کوفرمایا۔تومیرے دہنے ہاتھ بیٹھ جب تک کہ میں تیرے دشمنوں کوتیرے پاؤں تلے کہ چوکی بناؤں" زبور ۱۱۰: ۱۔ مرقس ۱۶: ۱۹۔ لوقا ۲۴: ۵۱۔ یوحنا ۲۰: ۱۷۔

۲۲۔ دوبارہ آئیگا۔ "کیونکہ خداوند میرا خدا آئیگا۔ اور سارے قدوسی تیرے ساتھ" زکریاہ ۱۴: ۵"۔ ایک شخص آدم زاد کی مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا اورقدیم الایام تک پہنچا۔ وہ اُسے اُس کے آگے لائے۔ اورتسلط ورحشمت اورسلطنت اُسے دی گئی۔ کہ سب قومیں اوراُمتیں اورمختلف زبان بولنے والے اُس کی خدمت گذاری کریں۔ اُس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے جوجاتی نہ رہیگی۔ اوراُس کی مملکت ایسی کہ زائل نہ ہوگی" دانیل ۷: ۱۳، ۱۴۔ اعمال۱: ۱۰۔ ۱۱)۔

پرانے عہدنامہ میں سے یہ بڑی بڑی باتیں جوقبل از مسیح پیشینگوئی کے طورپرسینکڑوں برس پیشتروار ہوچکی ہیں ہدیہ ناظرین کردی ہیں۔ مگرعلاوہ ازیں قربانیوں ریت ورسوم ۔نمونوں اورعلامتوں سے مسیح کے اوراُس کے متعلق بہت سے امور درج ہیں۔ جنکا یہاں ذکر کرنا محال ہے۔ اورجو مسیح میں بعینہ پوری ہوتی ہیں۔ اوراُن سب کا تکملہ مسیح میں ہوتا ہے ۔ اور سوائے مسیح کے کسی اورپرپوری ہی نہیں ہوتیں۔ مسیح کے بارے میں جو کچھ عہد جدید میں مذکور ہیں وہ پرانے عہدنامہ کی تصدیق کرتی ہیں اورپرانے عہدنامہ کی باتیں نئے عہدنامہ کی مصدق ہیں۔ یہ جانبینی تصدیق ایک دوسرے کو آپس میں الگ ہونے نہیں دیتی۔ اورساتھ ہی ہی اس امر کی مانع ہے کہ" انجیلی داستان کے واقعات کوبہت حد تک بابلی داستان سے لیا ہواہے یا ضرورت وقت

اورعیسائی مذہب کوہردل عزیز بنانے کے خیال نے قدیمی راہبوں کو اس بات پر مجبور کردیاکہ----- یہ اُن کا ہی قدیمی مذہب ہے۔ اُن کا ہی خدا ایک دوسرے شکل میں آتاہے"۔ انجیل شریف میں کوئی ایسا بیان یا عبارت یا فقرہ یالفظ پایا نہیں جاتا۔ جس سے اس خام خیالی کا شائبہ یا احتمال ہی پایا جائے ۔

رہی یہ بات کہ پھر اس مشابہت کا حل کس طرح ہو؟ واضح رہے کہ اس مشابہت سے (اگر اس قسم کی مشابہت فی الواقع کہیں پائی جاتی ہو۔ جسکا ذکر خواجہ صاحب نے کیا ہے۔ کیونکہ وہ کتابیں ہمارے پاس نہیں جن سے انہوں استفادہ کیاہے)یہ تونتیجہ کسی صورت سے مستنبط نہیں ہوسکتا۔ جوینابیع المسیحیت میں نکالا گیاہے۔ یہ تووہی بات ہوگی۔ کہ کوئی کہے کہ سلطان سبکتگین کا ہرنی اور اُس کے بچے والا قصہ جوتاریخ ہند میں درج ہے۔ حضرت موسیٰ کے اس قصے سے لیا ہواہے(جوکہ تالمود میں اس طرح مذکورہے کہ" موسیٰ جب بیابان میں اپنے سسر کے ریوڑ چرارہا تھا۔ توایک برہ ریوڑ چھوڑ کرچلاگیا۔ اُس مہربان پاسبان نے اُس کا تعاقب کیا۔ اورسڑک کے کنارے ایک چشمہ پرپانی پیتے اُسے پایا۔موسیٰ بولا بیچارہ برہ میں نے نہ جانا کہ توپیاسا تھا۔ اورجب برہ پانی پی چکا۔ تواُس نے اسکو بڑی سہولیت کے ساتھ اپنی گود میں اٹھالیا اورریوڑ پاس لے آیا۔ تب خدا نے فرمایا۔ موسیٰ اے رحم دل موسیٰ اگرتیری محبت اورخبری کیری اورایک جانورکے لئے ایسی بڑی ہے۔ تومیری قوم اسرائیل کی رہنمائي کرے گا۔ گو ان دونوں بیانات میں بہت سی باہمی مشابہت ہے اورموقعہ اورمحل بھی قریباً یکساں ہیں۔ خدا کا فرمودہ بھی یکساں ہے۔ اور یہ بھی بدیہی امر ہے۔ کہ سبکتگین والا قصہ موسیٰ کے اس قصہ سے بہت دیربعد کا ہی تاہم کیااس سے یہ استدلال کرنادرست ہے۔ صرف مشابہت کی بناء پر ۔ کہ مابعد کا قصہ اپنے ماقبل قصہ سے ماخوذ کیا گیاہے۔اورمقامی رنگ چڑھا کہ ضرورت وقت اورسبکتگین کوہردل عزیز بنانے کی غرض سے موسیٰ ہی کی باتیں اُس پر چسپاں کردی ہیں۔ کیا ایسا کہنے والا آج دنیا کے سامنے مضحکہ انگیز نہ بنیگا؟ یا کوئی ایسے استدلال کی قدیر کریگا؟ یہی حال ہمارے خواجہ کمال الدین صاحب کے کمال کا ہے۔ کیایہ کہنا درست ہوگا کہ عمر اور بکرآپس میں مشابہ بصورت ورنگ ہیں۔ حتیٰ کہ اُن کا مزاج اورطبعیت بھی ملتی جلتی ہے۔ اس لئے ثابت ہوتاہے ۔ کہ بکر عمر کا بیٹاہے یا اُس سے پیداہواہے ؟

ہاں البتہ جونتیجہ نکلتاہے۔ اورضرور ایسا ہی مستنبط ہونا چاہیے تووہ وہی ہے جسکا میں نے" الہٰی مذہب واحد قدیم اورعالمگیر ہے" کہ عنوان کے نیچے پہلے ہی صفحہ پر خواجہ صاحب کے الفاظ میں لکھ دیاہے۔ وہاں دیکھ لو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ آنجناب نے کم ازکم دس متفرق ممالک کے دیوتاؤں اوراُنکی بابت وہاں کے لوگوں کے عقائد کا بیان کیاہے۔ جوقریب قریب سب یکساں ہیں اوروہ سب مسیحیت کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ اورسب کے سب مسیحیت سے بہت قدیم ہیں۔ توظاہر ہے کہ مسیحیت ہی وہ واحد مذہب ہے۔ جو خدا کی طرف سے ہے۔ اور"ہرایک انسان کے حصہ میں یکساں آیاہے"۔ جونسبت اسرائیلی مذہب کومسیحیت کے ساتھ ہی وہی پیگن ازم کوبھی ہے۔

اورنتیجہ صریح یہ صادرہوتاہے۔ کہ مسیحی مذہب ہی وہ واحد مذہب ہے جوقدیم سے ہے اورعالمگیر ہے ۔ مسیحی مذہب ہی سارے مذاہب کا مرجع اورمطمع نظر ہے قوموں کی مرغوب چیز یہی ہے جس کا ذکر حجی نبی کی کتاب ۲: ۷میں آیا ہے اورطرح طرح سے کتاب مقدس کے دیگر مقامات میں بھی آیاہے۔ جیساکہ میں قبل ازیں بیان کرچکا ہوں۔

اس مضمون کے متعلق جودوسری خاص اور بڑی بات ہے۔ اورجس کے اورمسیحیت کے درمیان مشابہت بتاکر خواجہ کمال الدین نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسیحیت قدم سورج پرستی ہی کا مذہب ہے۔ اسکو آفتاب کی سالانہ کیفیات مختلفہ پرمنطبق کرکے دکھایاہے کہ" شماس طبعیت مسیحیوں نے مسیحی روایات کے خلاف لیکن شماسی روایات کے اتباع" میں یہی سب کچھ کیاہے۔ اختصاراً اُس کا بھی خاکہ ذیل میں درج کرکے اُس پر تبصرہ کیا جائیگا۔ وہوا ہذا۔

"سورج اپنی سالانہ کیفیات مختلفہ میں مختلف تاثیریں زمین پر ڈالتاہے اُسکی تمازت اوراُسکی روشنی ہی انسان کی زندگی اورراحت ہے اُس کا چھپ جانا۔ یا اُس کا ہماری آنکھوں کے سامنے کم وبیش وقت کے لئے آنا ہماری اُمید وبیم کا باعث ہوتاہے۔موسم خزاں جوزمین پرایک موت لے آتی ہے اورموسم بہار جس کے آنے پر زمین دوبارہ زندہ ہوجاتی ہے ۔ یہ بھی دراصل آفتاب کی ہی مختلف کیفیات ہیں۔ اب اگر ہم اُس زمانہ کواپنے سامنے رکھیں۔ جبکہ روایات اورقصہ کہانیوں میں مذہب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ جب ہر ایک مظہر قدرت کے ساتھ ایک نہ ایک دیوی دیوتا وابستہ کردیا جاتا تھا ۔ اور اُن مظاہرقدرت کوانسانی خط وخال سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ اُنکی پیدائش اور اُنکی زندگی کے بعد واقعات کے دن مقرر کرکے تہوار منائے جاتے تھے۔ یہ واقعات اوریہ پیدائش اورموت کے دن دراصل اُن مظاہرقدرت کی کیفیات سے ہی اخذ ہوتے تھے۔ ہندوستان کے لوگ ان باتوں کوآسانی سے سمجھ سکتے ہیں؟ دیوالی، بیساکھی، بسنت، لوہڑی وغیرہ مختف موسمو کی ہی کیفیتیں ہیں۔ آج تک کسوف وحنوف کے متعلق پرانی روائتیں یونہی چلی آتی ہیں۔ کہ چندرمان اورسورج دیوتا کسی کسی دیو کے قبضہ میں آگئے ہیں اُن میں اورشیطان میں جنگ ہے۔ جس کےپنجے سے وہ آخر نجات پاتے ہیں۔اسی طرح سورج کی مختلف کیفیات بھی مختلف داستانوں کا موجب ہوگئیں۔ وجوہ بالا سے یہ امر مستبعد نظر نہیں آتاکہ ایک وقت دنیا کے بہت سے حصے کہ لوگ کیوں سورج پرست نہ ہوں۔ چنانچہ جناب مسیح کی پیدائش سے پہلے اوراُن کی پیدائش سے تین چارصدی تک جن کا ممالک کا اس کتاب سورج پرستی کے متعلق ذکر آیاہے۔ وہ سب کے سب کرہ زمین کے شمالی حصہ میں تھے۔ اس لئے جن آفتابی کیفیات سے اُن ممالک میں مختلف مذہبی روایات پیدا ہوئیں وہ ایک ہی نوعیت اورایک ہی وقت پر پیداہوتی ہیں۔ان روایات میں دوتاریخیں متمیز ہیں۔ ایک وہ دن جس وقت شمالی کرہ زمین میں سورج اپنی تمازت اورروشنی میں بڑھنے لگتا یا الفاظ دیگر دن بڑا ہونے لگتاہے۔ یہ وہی ۲۵دسمبر کا دن ہے۔ جس کا آغاز ۲۴ دسمبرکے بعد کی نصف رات کے بعد شروع ہوتاہے۔ وہی وقت متھرا اوردیگر سورج دیوتاؤں کی پیدائش کا دن ہے یہی وہ وقت ہے جب افق مشرق پر ایک طرف اُن ستاروں کا جھنڈ (خوشہ پر دین) نظر آتاہے۔ جوبرج سنبلہ یا برج کنیا سے وابستہ ہیں۔ یہی وہ وقت ہے۔ جب سورج کی پیدائش کا دن منایا جاتاہے۔اوربعض شماسی قوموں پرستار بول اٹھتے تھے کہ کنواری نے بچہ نہ جنا۔ یہ باتیں مسیح سے پہلے دنیا میں موجود تھیں۔ میں اوپر لکھ آیاہوں۔ کہ مصری نقشہ بروج میں سنبلہ یا کنیا کے خانہ میں ایک کنواری بچے کوگود میں لئے ہوئے کھڑی دکھائی دیتی ہے۔ بعض مصری نقشہ جات میں باکرہ آئی سس کی کودکھلایا گیا جوہورس کولئے کھڑی ہے۔میں یہ دکھلاچکاہوں کہ مریم اوربچے والابت آئی سس اورہورس کی ہی نقل ہے دوسری طرف جناب مسیح کی پیدائش کادن ۲۵دسمبر کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ اب اگر ایک شخص اس بات کے ماننے پر مجبور ہوجائے کہ ولادت مسیح کے واقعات کوئی تاریخی حیثیت اپنے اندر نہیں رکھتے۔ بلکہ وہی پرانی کہانی ہے۔ توکیا کریں خصوصاً جب ولادت گاہ مسیح کا طویلہ بقول شہید جسٹن وہی اوجیس کا اصطبل ہے۔ اس کے متعلق منجمانہ تحقیق یہ ہے۔ کہ شمس پرستی کے قدیمی ایام میں پیدائش سورج کےدن عین زمین کے نیچے برج جوزہ والے ستارے نظر آتے تھے۔ بُرج جوزہ کا نام اصطبل اوجیس ہی تھا۔ (کتاب آورسن گوڈ صفحہ ۱۴۸)۔ برج جوزہ کی پیٹی کے ستارے بھی عدد میں تین ہی ہیں۔ ان تین ستاروں کا نام پُرانی کتابوں میں تین بادشاہ رکھا گیاہے۔ (ایضاً صفحہ ۱۵۰)۔ الغرض سورج اورمسیح کی پیدائش کے وقت شمس پرستوں کے سرمیں کنواری کا خیال توبُرج سنبلہ نے دیا اور ولا ہ نگاہ کا خیال بُرج جوزہ نے جس کے ہمراہ تین بادشاہ ۲۵دسمبر کی صبح کونظر آتے ہیں ۔ عیسائی اصحاب جوپسند فرمادیں تشریح کرلیں۔

"سورج کی دوسری کیفیت متمیزہ وہ ہے جوموسم بہار میں پیدا ہوتی ہے۔ ۲۵دسمبر سےچل کر ۲۳مارچ تک سورج اپنی طاقت یعنی روشنی اورحرارت میں بڑھتا جاتاہے اس بات

کوکیسے لطیف شاعرانہ پیرایہ میں سورج دیوتا اپالو کے متعلق ظاہر کیا گیاہے۔ اپالو جب ۲۵دسمبر کوپیدا ہوا تواُس کے سرپرایک ہی بال تھا۔ یعنی ایک ہی شعاع ۲۳مارچ کوسورج اپنے بیضوی دائرے میں گھومتا ہوا خط استوار پر آجاتاہے۔ جس وقت دن رات برابر ہوتے ہیں۔دو دن تک اُس کی یہی کیفیت رہتی ہے۔ ان کیفیات آفتابی کے متعلق جو۲۵دسمبر سے ۲۳ مارچ تک پیدا ہوتی ہے۔ پرانی شماسی روائتیں یہ تھیں۔ کہ ظلمت کا دیو جوآفتاب کا دشمن ہے اورجس کے پنجے سے ۲۵دسمبر کوسورج نکلا ہے اس میں اورسورج مہاراج میں ایک مستقل جنگ شروع ہوجاتی ہے۔ یہ جنگ روزانہ ہوتی ہے۔ اورہرروز سورج تھوڑا تھوڑا دیوظلمت پر غالب ہی آتا ہے۔ یعنی دن بڑھتا جاتاہے۔ ۲۳مارچ تک تویہی کیفیت رہتی ہے۔ لیکن اس کے دودن تک سورج کوئی ترقی نہیں کرتا۔ اورایک ہی جگہ پر کھڑا رہتا ہوا نظر آتاہے۔ گویا خدائے نور اورخدائے ظلمت میں یہ ایک آخری جنگ ہے۔ جس میں وہ خدائے نوریعنی آفتاب جوہر روز تھوڑا بہت دیو ظلمت پر غالب ہی آتاتھا۔ اب کچھ ایسا اُس کے پنجہ میں آگیا۔ کہ اُس کی رفتار رک گئی۔ وہ بظاہر مرگیا۔ لیکن دودن کے بعد سورج اُسی بڑھنے والی طاقت کے ساتھ نمودار ہوگیا۔ اسی طرح دیوکے چنگل سے یہ نکل کر آزاد ہوگیا۔ یہ وہ وقت ہے۔ جب سورج کا بیضوی دائرہ خط استوا پر گذکرصلیبی شکل پیدا کردیتاہے یہی وہ وقت ہے۔ جب سورج بُرج حمل میں آداخل ہوتاہے جس کی شکل فلکیات میں میگ یعنی بچھڑے کی دکھلائي گئی ہے۔ یہ وہ بچھڑا ہے جوہر۲۳دسمبر کوصلیب مذکورہ بالا پرچڑھتاہے۔ چونکہ اس بچھڑے کے مصلوب ہونے کے دودن بعد ہی سورج آب وتاب سے نکلتاہے۔ یہی وہ وقت ہے۔ جب سورج کی یہ نئی روزافزوں کیفیت بہارلاکر مردہ زمین کوازسرنوزندہ کرتی ہے۔ اس لئے مسیح سے پہلے ہی صلیب اور بچھڑا نئی زندگی کا نشان سمجھا گیا جودودن کے بعد آب وتاب سے نکلتاہے۔ اگرکوئی ان باتوں کوایک تکلفانہ تشریح کہے توکہہ بھی سکتاہے لیکن اس بات کا کیا جواب ہے۔ کہ مسیح کی پیدائش سے بہت پہلے بچھڑا اوراس کی قربانی کا تعلق متھرا بیکس اوراپالو کے ساتھ مسلم ہے۔ صلیب پرستی بھی قدیم سے ہے صلیب قدیم سے ہی نشان زندگی تومانی گئی ہے۔ اوریہ زندگی توموسم بہار پر پیدا ہوتی ہے۔ جس کی تاریخ پھروہی اخیر مارچ ہے۔ کراس کیک اورانڈے اس موقعہ پر پہلے بھی کھائے جاتے تھے۔

"سورج کی تیسری کیفیت ۲۳ ۔ ۲۴ جون کوپیدا ہوتی ۔ جس دن سورج اپنےکمال کوپہنچ کر گھٹنا شروع ہوتاہے۔ بعض قدیمی شماسیوں نے اسے سورج کی موت کا دن بھی تصور کیا ہے چنانچہ اُسی تاریخ کوسورج دیوتا ایڈونس قتل ہوتاہے اورموسم بہار میں دوبارہ زندہ ہوتاہے ۔ عیسائی روایات میں اس تاریخ کویوحنا اصطباغی کی تاریخ ولادت ٹھہرایا گیاہے۔ تاریخاً اُس کا کوئی ثبوت نہیں۔ لیکن انجیل یوحنا باب ۳آیت ۳سے اس بات کی تشریح ہوجاتی ہے۔ جہاں یوحنا مسیح کی طرف اشارہ کرکے کہتاہے۔ کہ " وہ توبڑھے گا اورمیں گھٹوں گا"۔ اب اگر مسیح کی پیدائش ۲۵دسمبر کوہے اوریوحنا کی ۲۵جون کوتویہ امر بھی صاف ہوگیا۔ کیونکہ ۲۵دسمبر کے بعد سورج بڑھتاہے اور ۲۴۔ ۲۵جون کے بعد گھٹتا ہے۔ یعنی ۲۵ دسمبر کووہ پیدا ہوتاہے جس نے بڑھنا ہے اور۲۵ جون کو وہ جسے گھٹنا ہے۔ یہ کوئی تکلفانہ تشریح نہیں۔ جب کہ انجیل کی بہت سی آیات سورج کی مختلف کیفیات کی طرف ہی اشارہ کرتی ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ،میں چند آیات دیتاہوں آج یہ امر مسلم ہوگیا ہے کہ انجیلیں بہت بعد میں لکھی گئیں۔جب اُس وقت کے معلمان مسیحیت اپنے مذہب کوہردل عزیز بنانے کے لئے شماسی روایات اورپیگن ازم کی دوسری روایات کولگاتار اپنے مذہب میں داخ کررہے تھے۔ انجیلوں کے اوربہت سے فقرے بھی اُسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔یوحنا باب ۳آیت ۱۳ میں جناب مسیح فرماتے ہیں " آسمان پر کوئی نہیں چڑھا۔ سواُس کے جوآسمان سے اُترا ہے۔ ابن آدم بھی جوآسمان میں ہے"۔یہ فقرہ مسیح کے منہ سے نہیں نکل سکتا۔ وہ یہودی تھے۔ اوراُن سے پہلے دوبزرگ جوآسمان سے تو نہیں اُترے تھے۔ لیکن آسمان پر چڑھ گئے تھے۔ ایک ایلیاہ دوسرا ادریس یا حنوک علاوہ ازیں اس وقت تک مسیح آسمان پر نہیں چڑھے تھے پھروہ

توزمین پر تھے۔ وہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ ابن آدم بھی جوآسمان میں ہے۔ البتہ شماسی روایات کوسامنے رکھے تولفظ لفظ اس آیت کا حل ہوجاتاہے۔ سورج آسمان سے اترکر ۲۵ دسمبر کوپیدا ہوتاہے۔ وہی آسمان پرچڑھتاہے۔ وہی آٹھواں پہر آسمان پر ہے اس کے علاوہ ذیل کی آیات بھی غور کے قابل ہیں یوحنا باب ۸آیت ۲۱" اوردنیا کا نور میں ہوں جومیری پیروی کریگا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نور پائیگا "۔ دوہزار برس سے توآج تک مسیحی نورہرجگہ نہیں پہنچ سکا۔ لیکن سورج پر یہ فقرہ لفظاً ومعناً پورا ہوتاہے۔ پھریوحنا باب ۹آیت ۴۔ ۵ حسب ذیل ہے" جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اُس کا کام مجھے جب تک دن رہے کرلینا ہے۔ رات جب آتی ہے توکوئی کام نہیں کرسکتا۔جب تک میں دنیا میں ہوں دنیا کا نور ہوں"۔ یہاں بھی یہ باتیں سورج پر ہی متحقق ہوتی ہیں۔ مسیح تودن رات اپنی تبلیغ میں مصروف تھے۔ البتہ آفتاب کے کام کے وقت معین ہیں۔ اسی قسم کے اور بھی فقرات انجیل میں ہیں۔ خصوصاً انجیل یوحنا میں جس کی تصنیف کے متعلق یہ امر متحقق ہے۔ کہ وہ مسیح سے کئی صدیوں بعد ہوئی۔ اورسکندریہ کے مذہب کے فلسفہ کے تاثرات سے خالی نہیں۔ لیکن یہاں میں ایک ذیل کا بھی حوالہ دیتاہوں یعنی یوحنا ۱باب ۹، ۱۰ "حقیقی نورجوہر ایک آدمی کوروشن کرتاہے۔ دنیا میں آنے کوتھا۔وہ دنیا میں تھا۔اوردنیا اُس کے وسیلے سے پیدا ہوئی ۔ خوش اعتقادی کوچھوڑ کر ان الفاظ پر غورکرو۔ یہ لفظاً ومعناً سورج اوراس کے عمل کوظاہر نہیں کرتے تو اورکس چیز کوظاہر کرتے ہیں۔ سورج ہی آٹھوں پہر دنیا میں ہے سورج سے ہی زمین نکلی۔ اورزمین سے انسان نہ صرف سورج آدمی کو روشن کرتاہے۔ بلکہ انسان کے اندر جوکچھ بھی ہے۔ اس کا گوشت پوست دل ودماغ ، سب کا سب سورج ہی کے وسیلے سے ہے یہ ایک علمی حقیقت ہے۔ جس سے کسی کوانکار نہیں ہوسکتا۔ اس حقیقت کی روشنی میں یوحنا کے ان الفاظ کوپڑھو۔ توپھر یہ الفاظ سورج پر ہی چسپاں ہوتے ہیں۔ ہاں !اگر اس نظر یہ کوسامنے رکھا جائے جسے ان اوراق نے مبرہن کردیا ہے۔ اوروہ یہ ہے کہ قدیمی راہبوں نے جن میں سے ایک انجیل یوحنا کا مصنف بھی تھا۔مسیح کو شمس پرستوں کے سامنے قدیمی سورج دیوتاؤں کا ایک قائم مقام پیش کیا۔ اوراس کے متعلق وہی باتیں لکھیں جوشمس پرستوں میں دائر اورسائر تھیں۔

"سورج کی چوتھی کیفیت ۲۳ ستمبر کوواقعہ ہوتی ہے۔ جسکے بعد سورج بالکل ہی کمزور ہوجاتاہے۔ دن گھٹنے لگتاہے اورایک ماہ بعد یعنی ۲۳اکتوبر کوسرما آجاتی ہے۔ ہندوستان سے کسی قدر اورشمال میں اگر ان دنوں جاکر دیکھا جائے تودن بھی چنداں روشن نظر نہیں آتا۔ حتیٰ کہ ایران کے شمال میں نوگھنٹے تک دن آجاتاہے۔ یہ کیفیت اُسی وقت شروع ہوتی ہے۔ جب آفتاب برج عقرب میں آجاتاہے۔ سورج دیوتاکے دشمن کی تصویر جوسورج پرستوں نے کھینچی ہے۔ وہ عقرب کی ہے۔ جس کی دم خاردار ہے۔ مسیحی تحریروں میں شیطان یا دیوظلمت کوبیشک سانپ سے نسبت دی گئی ہے۔ لیکن جہاں شیطان کو انسان کی شکل میں دکھلاتے ہیں۔ وہاں اُس کی دُم خارداری دکھلائی جاتی ہے۔ وہ لمبا کوٹ پہنے ہوئے تونظر آتاہے۔ لیکن خاردار دُم کونہیں چھپا سکتا یہ مانا، کہ سانپ توقصہ آدم سے لے گیا ہو۔ لیکن دنیا میں وہ کونسا سانپ ہے۔ جسکی دُم خاردار ہو۔ اب اگر مسیح آفتاب صداقت ہے۔ توپھر اس آفتاب پر دیوظلمت اسی وقت غالب آتاہے ۔ جب وہ برج عقرب میں جاتاہے۔ ---- مسیح کے بارہ حواری ہوں یا اپالو کے یاہرکولیس کے بارہ کارنامے یہ وہی بارہ برج ہیں۔ آخر اپالو یا ہرکولیس کوئي تاریخی ہستیاں نہیں۔وہ توشماسی تخیلات کی ایک تصویر ہے۔ اگراُن کے بارہ دوست مسلمہ بارہ برج ہیں۔ تووہی تشریح حواریوں کی تعداد پر کیوں حاوی نہیں۔ پھریہوداہ اسکریوطی ہی نہیں۔ اس سے پہلے بھی بارہ میں سے ایک پہلے سورج دیوتاؤں کوگرفتار کراتاہے۔ وہ برج عقرب نہ سہی برج قوس سہی۔ بارہ میں سے ایک برج میں جاکر سورج بالکل کمزور ہوجاتا ہے۔ اگرچہ متقدمین نے عقرب کوہی لیا ہے"(صفحہ ۸۸سے ۹۷)۔

یہ طویل اقتباس میں نے اس لئے کیا۔ کہ سورج کی چاروں کیفیات متذکرہ قارئین کرام کے ذہن میں پوری طرح آجائیں۔ اوراُن کا جن باتوں کے ساتھ مقابلہ کیا گیاہے۔ وہ بھی اُن کو پیش نظر رہے ۔ اس سارے اقتباس سے ظاہر ہے۔ کہ جناب کمال الدین صاحب نے جوپنجاب ہائی کورٹ کے وکیل ہیں۔ ہمارے خلاف اپنے موکل کی خواہ وہ کوئی ہوخوب جر اوربحث کی ہے۔ اورپبلک کی عدالت میں اپنے اس دعویٰ۔ کہ" ضرورت وقت اورعیسائی مذہب کوہردل عزیز بنانے کے خیال نے قدیمی راہبوں کواس بات پر مجبور کردیا کہ وہ۔۔۔ لوگوں کویہ کہہ دیں۔ کہ جناب مسیح میں اُن کے قدیمی خداوؤں نے ظہور کیا۔۔۔۔ یہ اُن کا ہی قدیم مذہب ہے۔ اُن کا ہی خدا ایک دوسری شکل میں آتاہے"(میں نے اختصار کے لئے نقطے دے دئیے ہیں عبارت پوری متصور رہے) اپنے زعم میں خوب ثبوت دیا ہے۔ اورامید ہے کہ پبلک اس بحث کودیکھ کر عش عش کراٹھے گی۔ مگر ذرا ٹھہریں ہمارا بھی تاریخی ڈیفنس سن لیں اورتب فیصلہ دیں۔

اس کل اقتباس میں ہمارے وکیل صاحب نےحسب ذیل امورظاہر کئے ہیں(۱) ۲۵دسمبر پر مسیح کی پیدائش کے دن کوتاریخی طورپر بلاثبوت قرار دیکر آفتاب کی خاص کیفیت کا دن معین کیاہے۔(۲) ۲۵ دسمبر سے ۲۵مارچ تک آفتاب میں اورظلمت کے دیو کے درمیان جنگ اوراُس میں خدائے نور کی دودون کی مغلوبیت اورازسر نوزندہ ہونے کو۔ اوراُسی وقت سورج کے بیضوی دائرہ سے خط استوا پر صلیب کی شکل کا پیدا ہوجانے اورمیگ بچھڑے کا ۲۳دسمبر کوصلیب پر چڑھنے اوراُس کے مصلوب ہونے کے دودن بعد سورج کے آب وتاب سے نکلنے کومسیح کا شیطان کے ساتھ جنگ کرنے اورصلیب پر مرنے اورتیسرے دن زندہ ہوجانے پر مبطق کرکے دکھایاہے۔ کہ مسیحیت اورکچھ نہیں مگر شمس پرستی ہے (۳)۲۳، ۲۴ جون کوسورج کا اپنے کمال کو پہنچنے کے بعد گھٹنا شروع ہونے کویوحنا کے گھٹنے اورمسیح کے بڑھنے سے تشبیہ دیکر یوحنا کے اُس معقولہ کوآفتاب کی اس کیفیت پر منبطق کرکے یوحنا کی انجیل کوغلط اورشماسی طبیعت کے راہبوں میں سے ایک ہونا ثابت کیاہے۔ اوراسی کے ضمن میں انجیل کی بعض آیات کی تشریح کی ہے۔ (۴) ۲۳ستمبر کوسورج کی جوحالت ہونی شروع ہوتی ہے۔ یعنی گھنٹے کی اوراکتوبر کوسرما کا شروع ہوجانا۔ مسیح اورشیطان میں جنگ اورمسیح کا مغلوب یا مصلوب ہوکر مرجانا۔ اوربارہ حواریوں میں سے ایک کا مسیح کو گرفتار کروادینا۔ بارہ بروج میں سے ایک برج عقرب میں سورج کے داخل ہونے کے ساتھ تشبیہ دیاہے۔ مگرظاہر ہے کہ پہلی دلیل توبالکل غلط ہے کیونکہ ۲۵دسمبر کومسیح کی پیدائش کا دن ماننا انجیل شریف میں کہیں مذکور نہیں ہوا اورنہ اس دن کے ماننے کا مسیحیوں کوانجیل میں حکم ہی ہے۔ نہ اُس دن کے ماننے پر انسان کی نجات کاانحصار ہے۔ چنانچہ ہمارے وکیل صاحب بھی اسی امر کوتسلیم کرتے ہیں ۔ کہ" جناب مسیح کی پیدائش کا دن ۲۵ دسمبر کسی طرح ثابت نہیں ہوتا"(صفحہ ۹۰) پس وہ اس کی خواہ کیسی ہی تشریح کیوں نہ کریں۔ مسیحیت پر اُنکی جرح اوربحث سے کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ اورآپ کا دعویٰ بے ثبوت رہتاہے۔ ہاں البتہ اگراس سے کچھ ثابت ہوتاہے تووہ یہی ہے کہ (ا) مسیح کی پیدائش ایک تاریخی واقعہ ہے۔ (خواہ وہ کسی تاریخ پر واقعہ ہوئی ہے وہ امردیگر ہے) (ب) مسیح کی پیدائش اوراس کے متعلقہ امور کی تصدیق جیسی تاریخ سے ہوتی ہے۔ (جس کاذکر بمعہ حوالجات میں قبل ازیں کرآیاہوں)ویسی ہی پیگن ازم سے ہوتی ہے۔ (اسکابھی ذکرہوچکا ہے)اورویسی ہی سورج کی محولہ بالاکیفیت سے بھی ہوتی ہے۔ پس مسیح کی پیدائش ایک حقیقت ہے نہ کہ افسانہ ۔ (ج) مسیحیت پر تاریخ ، پیگن ازم (مذاہب کفروالحاد) اورعلم نجوم، تین گواہ ہیں۔ دوسرے امر کی بابت بھی ہمارے وکیل صاحب نے کوئی تاریخی ثبوت اسکا نہیں دیا۔ کہ مسیح کا مصلوب ہونا۔ اورتیسرے دن زندہ ہونا۔ اوربڑے آب وتاب سے ظاہر ہونا۔ کوئی حقیقی واقعہ نہیں بلکہ محض سورج کی کیفیت کوشماس طبعیت قدم راہبوں نے مسیح پر اور اُسکے صلیبی واقعات پرچسپاں کردیاہے۔ ہاں البتہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے ۔ تووہ یہی ہے کہ(۱) مسیح کا مصلو

ب ہونا۔ تیسرے دن زندہ ہونا۔ اوربڑی آب وتاب سے اپنے شاگردوں پرظاہر کرنا۔ یہ سب ایک مسلمہ تاریخی امور ہیں۔ (ب) سیدنا مسیح کے مصلوب ہونے اور زندہ ہونے کے واقعہ اورمتعلقہ امور کی تصدیق نہ صرف تاریخ ہی سے ہوتی ہے (جیساکہ گذرا)بلکہ پیگن ازم سے بھی ہوتی ہے۔ (یہ بھی پہلے مذکور ہوچکا) اور اس پر تیسرا گواہ علمِ نجوم کا بیان ہے۔(چ)" مسیح سے پہلے ہی صلیب اوربچھڑا نئی زندگی کا نشان سمجھا گیاہے"صلیب پرستی بھی قدیم سے ہے"۔ گوہم لکڑی یاکسی اورچیز کی صلیب بناکر اُس کی پرستش نہیں کرتے۔ مگر یہ ضرور مانتے ہیں۔ کہ زندگی مسیح کی صلیب پر ایمان لانے سے ہی ملتی ہے اور"یہ قدیم " ہے۔ یہی وہ " وہ اسلام" یا "مذہب حقہ" ہے۔ جونوح سے لے کر سیدنا مسیح تک ہرقوم وملت کویکساں دیا گیاہے۔ یہ مسیحیت کی قدامت اور اُسکے عالمگیر ہونے اوراُس اصول کی قدامت پردال ہے۔ کہ" بغیر خون بہائے گناہوں کی معافی نہیں"۔ شروع سے انسانوں کواس امر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اوراسی کے وہ آرزومند تھے۔ اورقوموں کی آرزو مسیح مصلوب میں پوری ہوتی ہے۔ تیسرے امر کے بارے میں یہ عرض ہے کہ ہمارے مخالف وکیل صاحب کا یہ کہنا حقیقت کے پایہ سے گرا ہواہے۔ کہ" انجیل کی بہت سی آیات سورج کی مختلف کیفیات کی طرف ہی اشارہ کرتی ہیں"۔ کیونکہ تاریخاً اس کا کوئی ثبوت نہیں یہ کہہ تودیاہے"۔ کہ انجیل یوحنا کا مصنف بھی" قدیمی راہبوں" ہی میں سے تھا مگرثبوت ندارد۔ محض کسی بات کا کہہ دینا کوئی دلیل نہیں ہوتا۔ میں خواجہ صاحب سے یہ بھی دریافت کرونگا۔ کہ راہب کی ازروئے مسیحیت کیاتعریف ہے؟ کیا مسیح کے حواری راہب تھے؟ خیر اسکو بھی جانے دو آپ اتنا تومانتے ہیں کہ" یوحنا مسیح کی طرف اشارہ کرکے کہتاہے کہ " وہ توبڑہے گا اورمیں گھٹوں گا"۔ کم از کم یہ توتاریخی امر ہے۔ کہ یوحنا اصطباغی نے مسیح کے حق میں کہا۔ اوراس بات پر پورا سکوت کرتے ہیں۔ کہ یوحنا یہ یہ بات پوری ہوئی یا نہیں۔ مگرمیں جناب کوبتائے دیتا ہوں کہ یہ یوحنا نے پیشینگوئی کے طورپر فرمایا تھا۔ اوروہ بجنسہ پوری بھی

ہوگئی۔یوحنا کا گھٹنا ضروری تھا۔ تاکہ مسیح بڑہے۔ چنانچہ مسیح اوراُس کے شاگرد بپتسمہ دیتے تھے۔ اوریوحنا بھی بپتسمہ دیتا تھا۔ مگرالگ الگ۔ اس سبب سے یوحنا کے شاگردوں نے آکر اُس سے شکایت کی۔ مگر یوحنا نے جواب دیاکہ" انسان کچھ نہیں پاسکتا جب تک کہ اُس کوآسمان سے نہ دیا جائے۔ --- ضرور ہے کہ وہ بڑہے اورمیں گھٹوں"۔ اوریہ پیشینگوئی پوری ہوگئی۔جبکہ یوحنا قید میں ڈالا گیا۔ اُس کا کام ختم ہوا۔ اور مسیح نے کام شروع کردیا۔ اوراُس کا کام بڑھتا گیا۔ اوراُس کی شہرت تمام سوریہ میں پھیل گئی--- اورگلیل اوردکپلس اوریروشلیم اور یہودیہ اوریردن کے پارسے بڑی بھیڑ اس کے پیچھے ہوئی"(متی ۴: ۲۴، ۲۵) صلیب تک برابر اس کا کام اورشہرت بڑھتی رہی۔ اس کے کام کا ایک پہلو صلیب پر ختم ہوا۔ اوردوسرا اُس کے زندہ ہونے اور آسمان پر جانے کے بعد شروع ہوا۔ اور پینتیکوست سے لے کر آج تک بڑھ رہاہے۔ اورآسمان میں اُس کی شفاعت کا کام ہو اوربڑھ رہاہے۔ یہ دونو کام قیامت تک بڑھتے رہینگے۔ مگرجوشرح خواجہ صاحب نے کی ہے وہ ابھی اُنکی کوئی تکلفانہ تشریح نہیں ہے"۔ کیونکہ انجیلی بیان میں دو اشخاص کا ذکر ہے۔ جن میں سے ایک گھٹتا اوردوسرا بڑھتاہے۔ اورگھٹنے بڑھنے کا ہر دوجانب کا عمل برابر آج تک جاری ہے۔مگر آپکی آفتاب پرستی میں صرف سورج ہی ہے۔ اوروہی گھٹتا اوربڑھتا رہتاہے۔ وہ گھٹنے اور بڑھنے کے مدامی آواگون کے چکر میں پھررہاہے۔ جس سے اُس کو کبھی رہائی نہیں۔ ہمارے وکیل صاحب کا کہنا شائد اُس وقت کچھ وقعت رکھ سکتا تھا۔ اگر وہ سیدنا مسیح کی ولادت کو ۲۵دسمبر اوریوحنا اصطباغی کی پیدائش کو۲۵ جون قرار دے دیتے اورتاریخاً ثابت اورتسلیم کرلیتے۔ کیونکہ یہ اُن کے قول کے لئے ایک بنیاد ہوجاتی۔ لیکن جب وہ ان تاریخوں پر اُن بزرگان کی پیدائش ہی نہیں مانتے ۔ توپھر یہ مشابہت پیدا کرنا اگراُن کے تعصب پرمحمول نہ کیا جائے تواورکیا کہا جائے۔ پھراگر اپنے مخالف کے وکیل کی طرف اس بات کورکھیں۔کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ وہ ۲۵دسمبر کوپیدا ہوا"(صفحہ ۸۵) "جناب مسیح کی پیدائش کا دن

۲۵دسمبر کسی طرح ثابت نہیں ہوتا"(صفحہ ۹۰) اورکہ عیسائی روایات میں اس تاریخ کو(یعنی ۲۵جون)یوحنا اصطباغی کی تاریخ ولادت ٹھہرایا گیاہے۔ تاریخاً اس کا کوئی ثبوت نہیں"۔ اور اس کے مقابل میں اس بیان یادعوے کورکھا جائے کہ" اب اگر مسیح کی پیدائش ۲۵دسمبر کو ہے۔ اوریوحنا کی ۲۵جون کو"۔ توظاہر ہے کہ وکیل صاحب کے بیان میں تضاد پایا گیا۔ جس بات کی آپ پہلے تردید کرتے ہیں اُسی کی پھر تائید کرتے ہیں۔اورطرہ اس پریہ کہ اس غلط بیانی کو بنا پر آپ اپنے اس دعوے کومنبی کرتے ہیں کہ" یہ امر بھی صاف ہوگیا کیونکہ ۲۵دسمبر کے بعد سورج بڑھتا ہے اور ۲۴ ۔ ۲۵ جون کے بعد گھٹتا ہے یعنی ۲۵دسمبر کووہ پیدا ہوتاہے جس نے بڑھنا ہے۔ اور۲۵ جون کو وہ جس نے گھٹناہے"۔ پس جس امر کی بنا غلط ہے۔ توخود وہ امر بھی غلط ہے۔ یادوسرے لفظوں میں اگر بنا غلط ہے۔ تواُس کا مبتنیٰ بھی غلط ہے اورہمارے محترم وکیل صاحب کے اس شعر کی لفظاً ومعناً تصدیق ہوجاتی ہے۔ کہ شعر

خشت اول چوں نہد معمارکج
تاثر یا میرودیوار کج

لہذا وکیل صاحب کا یہ دعویٰ بلادلیل ہے اورفیصلہ پبلک سے مطلوب ہے۔

اب میں تھوڑی دیر کیلئے انجیل جلیل وکلام نبیل کے اُن چند مقامات پر مختصر طورپر تبصرہ کرونگا۔ جن کی بابت وکیل صاحب لکھتے ہیں کہ وہ " آیات سورج کی کیفیات کی طرف ہی اشارہ کرتی ہیں " چنانچہ

یوحنا باب ۳آیت ۱۳ یہ آیت کسی طرح بھی سورج کی کسی کیفیت کی طرف اشارہ نہیں کرتی۔ اس آیت کے سیاق وسباق سے اس موہومہ مفہوم کوکچھ تعلق نہیں ہے۔ یہ تو پانچویں جماعت کے لڑکے بھی جانتے ہیں کہ سورج ایک ہی جگہ قائم ہے۔ اورزمین اُس کے گردحرکت کرتی ہے۔ سورج نہ توآسمان پر کبھی چڑھاہے۔نہ آسمان سے کبھی اُترا ہے۔ بلکہ آٹھواں پہر آسمان میں رہتاہے۔ وہ مادی شے ہوکر قائم بالمکان ہے۔ آنِ واحد میں اُس کا آسمان سے اُترنااور آٹھوں پہر وہاں رہنا ناممکن ہے۔ ۲۵دسمبر کواس کا پیدا ہونا۔آسمان سے اُترنا آٹھوں پہر آسمان پر رہنا ایک دوسرے کے متضاد امور ہیں مسیح سے پہلے باوجود حنوک اورایلیاہ کے آسمان پر چڑھ جانے کے ۔ بلکہ حضرت سلیمان سے پہلے حنوک آسمان پر چڑھ گئےتھے۔ جس طرح یاقہ کا بیٹا آجورجویہودی تھا۔ یہ کہہ سکا کہ" کون آسمان پر چڑھتا اور اُس پر سے اترتا" (امثال ۳۰: ۴) اُسی طرح سیدنا مسیح کے منہ سے یہ کلمہ نکلا۔اُس نے توباوجود حنوک کے پہلے ہی آسمان پر ہونے کے یہ کلمہ استفہام انکاری کی صورت میں کہا۔ مگرسیدنا مسیح نے بتایا کہ "سوااس کے جوآسمان سے اُترا یعنی ابن آدم جوآسمان میں ہے"کوئی آسمان پر اپنی مرضی اورطاقت سے نہیں چڑھا۔ حنوک کی بابت لکھاہے کہ" خدا نے اُسے لے لیا"(پیدائش ۵: ۲۴)۔ اور ایلیاہ کے بارے میں کتاب مقدس میں مذکور ہے" کہ خداوند نے چاہا کہ ایلیاہ کوایک بگولے میں اُڑا کر آسمان پر لے جائے"(۲سلاطین ۲: ۱، ۱۱)۔ لیکن خداوند کا آسمان پر سے آنا اورواپس جانا۔ اپنی مرضی اورقدرت واختیار سے تھاجوباپ سے اُسکو ملا تھا(یوحنا ۱۰: ۱۸) پس ایسے کلمات سوا مسیح کے کسی یہودی کے منہ سے نکل نہیں سکتے تھے۔ پھراگر اوپر کی ایک دوآیات پر غور کیا جائے توظاہر ہوتاہے۔ کہ مسیح نے نیکودیمس کوسر نو پیدا ہونے کی تعلیم دی تھی۔ گروہ اُسکو سمجھ نہ سکا۔ اس پر مسیح نے اُس سے فرمایا کہ" جوہم جانتے ہیں وہ کہتے ہیں اورجسے ہم نے دیکھا ہے۔اس کی گواہی دیتے ہیں۔ اورتم ہماری گواہی قبول نہیں کرتے میں نے تم سے زمین کی باتیں کہیں۔ اورتم نے یقین نہیں کیا۔ تواگر میں تم سے آسمان کی باتیں کہوں توکیونکر یقین کروگے۔ اورآسمان پر کوئی نہیں چڑھا"۔ جوآسمان کی باتیں " کہے یا جوآسمان کی باتیں جانتا اور آسمان اورزمین دونوں سے ربط رکھتاہے۔یا دوسرے الفاظ میں آسمان سے اُترا اورآسمان میں ہے۔ یعنی ابن آدم "جسکے سامنے ماضی اورحال یکساں ہیں۔ مکانی مسافت یافاصلہ جسکے لئے کچھ چیز نہیں۔ زمان اور مکان جسکو گھیرتے نہیں۔ چڑھنا اوراُترنا اورآسمان پر

ہونا اس کے لئے یکساں ہے۔آسمانی باتوں کے بارے میں اس کا علم لدنی ہے اس معنی میں "آسمان پر کوئی نہیں چڑھا۔ سواس کے کہ جوآسمان سے اُترا"۔ فقرہ آسمان پر چڑھا " کہ معنی وہ جوآسمانی باتوں سے یا اُن باتوں سے جوصرف آسمان ہی میں جانتی ہوئی ہیں(یوحنا ۳: ۱۳۔ رومیوں ۱۰: ۶۔ مقابلہ کرواستشنا ۳۰: ۱۲ امثال ۳۰: ۴" دیکھو ایڈورڈ رابنسن صاحب ڈی ڈی ایل ایل ڈی کے نئے عہدنامہ کی یونانی اورانگریزي ڈکشنری لفظ Ava Barwv نمبر ۲)فقرہ جو"آسمان میں ہے"۔ میں فعل ہے کے لئے یونانی میں شبہ فعل ہے جس میں فعلی تصور کو بشکل صفت بیان کیا جاتاہے۔ اورنہ اُسمیں مصدر کا اورنہ فعل کے ہرسہ زمانوں میں سے کسی زمانہ کا شائبہ پایا جاتاہے۔ یہ فقرات کہہ کر سیدنا مسیح نیکودیمس کے اس یقین اورایمان کی ترمیم وتصبیح فرماتے ہیں۔ جوکہ وہ مسیح کی بابت رکھتا تھاکہ وہ " استاد ہے یاایک "ربی ہے" اوراُسے بتاتے ہیں کہ میں تیرے زعم کے مطابق ربی یا معمولی استاد نہیں ہوں میرا علم لدنی ہے۔ میرے سامنے ماضی اورحال برابر ہے۔ زمان اور مکان میں ،میں محدود نہیں۔

یوحنا باب ۸آیت ۱۲"۔ اوردنیا کا نور میں ہوں جومیری پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا۔ بلکہ زندگی کا نور پائیگا"۔ مسیح حقیقت میں وہ مادی سورج نہیں۔ جوہمیں نظر آتاہے۔ اورنہ اُس میں سے وہ روشنی نکلتی ہے۔ جومادی ہوا اورمادی تاریکی کودورکرے جیسے کہ یہ ہمارا سورج کرتاہے۔ بلکہ یہاں مسیح نے بطور استعارہ اخلاقی اورروحانی نور اپنے آپ کو قرار دیاہے۔ اورتاریکی یا اندھیرے کوبھی اخلاقی اورروحانی تاریکی ہی سے استعارہ کیاہے۔ اورفریسیوں نے ایسا ہی سمجھا۔ سیدنا مسیح کا منشا علم لسعیات کی تعلیم دینا نہ تھا۔ جناب کے ذہن میں تو"شماسیوں" اور "سورج پرستوں" کا خیال بھرا پڑا ہے۔ بھلا مسیح کی اعلیٰ اور ارفع روحانی تعلیم کی وہاں کیا گنجائش ہوسکتی ہے۔ یہ توتاریخی حقیقت ہے کہ یورپ اورامریکہ اورافریقہ کے باشندے مسیحیت کے وہاں پہنچنے سے پیشتر وحشی اور بت پرست تھے۔ وساوس اوروہمیات کا شکار بنے ہوئے تھے۔ قزاقی اورظلم اُنکا پیشہ تھا۔ مگر آج ہمارے نجات دہندہ کی برکت اورانجیل کے طفیل وہی ممالک اعلیٰ درجہ کے عالم وفاضل ،دانا اورزیرک مہذب اورمنوربنے ہوئے ہیں۔ دورکیوں جاؤ۔ اپنے ہندوستان ہی کو دیکھ لو۔ ہند و راجاؤں اورمسلمان بادشاہوں کی سلطنت کا مقابلہ آج مسیحی سلطنت سے کرلو۔ بت پرستی، مظالم ، جہالت ، اسفل کوجارہے ہیں۔ خدا پرستی ، باہمی ہمدردی ، علم وفضل اوراخلاق کی روز افزوں ترقی ہے۔ گوروحانیت کی ابھی بڑی کسر ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان ابھی مسیح کے قدموں پر نہیں پڑا۔ مگرپھر بھی مسیحیت نے ہرمذہب اورفرقہ میں خمیر کا سا اندرہی اندر خوب اثر کیا ہواہے۔اوربرابر اثر کرتا جارہاہے۔ آزادی کی سڑک پرہندوستان زور سے چل رہاہے ۔ کیونکہ ہندوستان میں" خداوند کا روح ہے۔ وہاں آزادی ہے" بیشک روحانیت کی ابھی بہت کسر ہے۔ اوروجہ وہی جواوپر مذکور ہوئی مفصل ذکر طویل ہے"۔ جہان کا نور" مسیح ہے۔ جواُس کی پیروی کریگا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا۔ بلکہ زندگی کا نور پائیگا"۔ چین یا جاپان کی روبھی اسی طرف ہے۔ برعکس اس کے اُن ممالک کودیکھو ۔ جہاں انجیل نہیں پہنچی۔ اورجہاں کے باشندوں نے ابھی تک مسیح کی" پیروی "نہیں کی۔مثلاً افغانستان ،بلوچستان ، تبت وغیرہ۔

یوحنا باب ۹کی آیت ۴، ۵ وغیرہ "جس نے مجھے بھیجا ہے ہمیں اُس کے کام دن ہی دن میں کرنے ضرور ہیں۔ وہ رات آنے والی ہے۔ جس میں کوئی شخص کام نہیں کرسکتا۔ جب تک میں دنیا میں ہوں دنیا کا نور ہوں"۔ یہاں بھی یہ باتیں سورج پر متحقق نہیں ہوتی ہیں۔ الفاظ "ہمیں اس کے کام کرنے ضرور ہیں"۔ "رات ،دن کے یہ معنی ہیں۔ کہ ایک وقت آرہاہے یعنی مسیح کی وفات کے بعدجبکہ ایسا معلوم ہوگا کہ گویا شرارت کی طاقت کا غلبہ ہے۔اوریہ" وہ رات "ہوگی۔ جبکہ مسیح کا کام جووہ بنی نوع انسان کی نجات کے لئے کرنے کو تھا پھرنہیں ہوسکیگا۔ اسی لئے اُس نے فرمایا کہ" ہمیں اُس کے کام دن ہی دن میں کرنے ضروری ہیں" چنانچہ اُس نے اپنے سارے کام پورے کئے۔ اورجان دینے

سے پیشتر فرمایا۔ کہ"پورا ہوا"۔ اورمسیح اُس وقت معین ہیں جس کو یہاں دن سے تعبیر کیا ہے اگرکام نہ کرتا تواُس کے لئے "وہ رات" آجاتی جس میں کوئی شخص کام نہیں کرسکتا"۔ جیساکہ لعزر کومردوں میں سے جلانے سے پیشتر مسیح نے بتایا تھاکہ" قیامت اورزندگی میں ہوں"۔ ویسا ہی وہ اس وقت فرماتاہے کہ روحانی نور کے مثنی اورمنبع سرچشمہ میں ہوں۔ جس کا ماخوذ اورمادی علامت یہ آفتاب ہے۔ کیونکہ روحانیت کومادیت پر تقدم بالذات وتقدم بالزمان وتقدم بالرتبہ ہرسہ تقدم حاصل ہیں نہ کہ بالعکس ۔ جس طرح سے مادی عالم میں" آفتاب" دنیا کا نور ہے۔ اورانسان کوچاہیے کہ دن ہی کو اپنے کام کرلے۔ اورایسا ہی ہوا کرتاہے کیونکہ رات کے وقت کوئی کام نہیں کرسکتا"۔ کیونکہ جب تک وہ دنیا میں ہے وہ دنیا کا نور ہے۔ اُسی طرح جس نے ہمیں اس دنیا میں بھیجا ہے " ہمیں اُس کے کام اسی زندگی میں جو"دن " ہے کرنے ضرور ہیں"۔ ہاں " وہ رات آنے والی ہے"یعنی" موت آنے والی ہے" ۔ جس میں کوئی شخص کام نہیں کرسکتا" جب تک وہ اس زندگی میں ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ہماری زندگی کی دنیا کا نور ہے ۔ میرے معزز اورمحترم دوست خواجہ کمال الدین صاحب! میں آپ سے بہ خلوص قلب ونیک نیتی عرض کرتاہوں۔ کہ جس نے آپ کو بھیجا ہے آپ کو" اس کے کام دن ہی دن میں کرنے ضروری ہیں۔ وہ رات یعنی" زندگی کا خاتمہ یاموت" آنے والی ہے جس میں کوئی کام نہیں کرسکتا"۔ جب تک آپ زندہ ہیں۔ آپ دنیا میں ہیں۔ اورخداوند مسیح" دنیا کا نور"ہے۔ آئیے دیر نہ کیجئے۔ اُس نور سے منور ہوجئے۔ آفتاب صداقت پاس تشریف لائیے۔ اس سورج کی پرستش سے جس کے پیچھے آپ پڑے ہوئے ہیں۔ اورجس کی وکالت کررہے ہیں اُس سے آپ کوکیا فائدہ ؟

یوحنا ۱باب آیات۹، ۱۰۔ "حقیقی نور جوہرایک آدمی کوروشن کرتاہے۔ دنیا میں آنے کوتھاوہ دنیا میں تھا۔ اوردنیا اُس کے وسیلے سے پیدا ہوئی اوردنیا نے اُسے نہ پہچانا"۔ آخری فقرہ جوتحت الخط ہے۔ اُس کو خواجہ صاحب نے چھوڑدیا ہے۔ شائد اس لئے کہ اس فقرے سے آپ کا مطلب پورا نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ "وہ حقیقی نور" نہیں ہے۔ اورنہ ہی اُسکی بابت یہ کہا جاسکتاہے۔ کہ وہ "د نیا میں آنے کوتھا" کیونکہ جیسا آپ خود فرماتے ہیں۔ اورہے بھی درست ۔ سورج ہی آٹھوں پہر دنیا میں ہے"۔ اورآخری زدآپ کے سورج پر یہ فقرہ ہے جوآپ چھوڑگئے کہ" اوردنیا نے اُسے نہ پہچانا"اس مادی دنیاوی سورج کوتودنیا نے خوب پہچانا۔ حتیٰ کہ اُس کا حجم اُس کے اجزائے ترکیبی۔ اُس کی آتش کے شعلوں کی بلندی۔ زمین اور دیگر سیاروں سے اُس کی دوری اوراُن پر تاثیرات۔ اُس کی رفتار وغیرہ وغیرہ کوخوب جاناہے۔ اوراُسکی بابت روز روز تحقیقات ہورہی ہے ۔ آج علمی دنیا میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ دنیا نے اُسے نہ پہچانا"۔ مقام محولہ بالا کا فقرہ فقرہ سیدنا مسیح پر صادق آتاہے نہ کہ آپ کے سورج دیوتا پر جس کی آپ وکالت کررہے ہیں۔ مسیح " حقیقی نور" ہے۔ ہرقسم کا نور جواس مادی دنیا میں ہے۔ خواہ وہ نورعقل اورنورِ اخلاق ہو خواہ روحانی نوریا نورمذہب ہو۔ یہ سب نوریا وشنی جودنیا کی ذی عقل اورذی روح مخلوق یعنی انسان کو حاصل ہے۔ خواہ وہ نور ہوجوہمارے سورج میں موجود ہے۔ کیونکہ وہ بھی "دنیا" ہی میں شامل ہے۔ سب کے سب نوراُسی" حقیقی نور" سے اپنا نور حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ" دنیا اُسکے وسیلے سے پیدا ہوئی" ہے۔ وہ نوردنیا میں تھا"۔ یعنی کوئی ایسا زمانہ نہیں کہ یہ کہا جاسکے کہ وہ دنیا میں نہیں ہے"۔ وہ دنیا میں تھا"۔ یعنی دنیا کے ہرمذہب میں تھا کوئی مذہب اُس نور کے نور سے خالی نہیں۔ مگر"دنیا نے اُسے نہ پہچانا" یہ دنیا کا قصور ہے نہ کہ نور کا۔ مسیحیت قدیم سے عالمگیر ہے۔ اگرچہ دنیا نے مسیحیت کوجواُس میں تھی نہ پہچانا۔ جیسے نینوہ ، مصر ، یونان ، ہندوستان وغیرہ کے مذاہب میں ہے۔ چنانچہ خواجہ کمالد الدین صاحب نے "ینابیع المسیحیت" میں مفصل بیان کردیاہے۔ خدا اُن کا بھلا کرے کہ ایسا خزانہ ہمارے ہاتھوں میں دے دیا۔ وہی" دنیا میں آنے کوتھا"۔ یعنی مجسم ہونے کو تھا"۔ وہ اپنے گھر آیا۔ اوراُس کے اپنوں نے اُسے قبول نہ کیا"۔ یعنی وہ دنیا میں آیا جواُس کا گھر ہے۔ مگرافسوس کہ" اُس کے اپنوں نے اُسے قبول نہ کیا"۔ مگر یہ سب کے اوپر صادق نہیں

آتا۔ کیونکہ بہتوں نے اُسے قبول کرلیا اسی لئے آگے لکھا ہے۔کہ "لیکن جتنوں نے اُسے قبول کیا۔ اُس نے اُنہیں خدا کے فرزند بننے کا حق بخشا"۔انسان مسیح ہی کوقبول کرکےیعنی اُس پر دل سے ایمان لاکے" خدا کے فرزند ننے کا حق حاصل کرتاہے یہی "سر نو" یا "اوپر سے پیدا" ہوناہے۔ جس کے بغیر انسان" خدا کی بادشاہت کودیکھ نہیں سکتا"۔ خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا"۔ پیارے بھائی آئیے تشریف لائیے !!!اُس حقیقی نور" کو پہچانئیے جوہرایک آدمی کو روشن کرتاہے"وہ دنیا میں آنے کوتھا۔ اوردنیا اُس کے وسیلے سے پیدا ہوئی اوردنیا نے اُسے نہیں پہچانا"۔ آج قریب دوہزار برس ہوئے۔ کہ وہ" مجسم ہوا" اور اپنوں پاس آیا"۔ جواُس پر ایمان لاتاہے۔ اُسے خدا کے فرزند ہونے کا حق بخشا جاتاہے۔

اب رہی چوتھی بات یعنی" سورج کی چوتھی کیفیت" سواس کی بابت اتنا کہنا کافی ہوگا۔کہ یہ بھی سیدنا مسیح کے صلیبی واقعات پر نظام شمسی کی شہادت اورتصدیق ہے"۔ آسمان خدا کا جلال بیان کرتے ہیں اور فضا اُسکی دستکاری دکھاتی ہے۔ ایک دن دوسرے دن سے باتیں کرتاہے۔اورایک رات دوسری رات کومعرفت بخشتی ہے۔ اُنکی کوئی لغت اورزبان نہیں اُنکی آواز سنی نہیں جاتی۔ پرساری زمین میں اُنکی تار گونجتی ہے۔ اوردنیا کے کناروں تک اُن کا کلام پہنچتاہے۔ اُن میں اُس نے آفتاب کے لئے خیمہ کھڑا کیاہے۔ جودولہے کی مانند خلوت خانہ سے نکل آتاہے۔ اورپہلوان کی طرح میدان میں دوڑنے سے خوش ہوتاہے۔ افلاک کے کنارے سے اُسکی برآمد ہے اوراُس کی گردش اُنکے دوسرے کنارے تک ہوتی ہے۔ اس کی گرمی سے کوئی چیز چھپی نہیں"(زبور ۱۹: ۱سے ٦) یہ مقام جہاں ایک طرف ناستکوں کوجودیکھتے ہیں کہ آسمان ہیں۔ پرخدا کی ہستی سے انکار کرتے ہیں۔ جواثر کے توقائل ہیں مگر اس کے سبب کے قائل نہیں خدا کا قائل کرتاہے۔ وہاں دوسری طرف بت پرستوں کی بیوقوفی اُن پر ظاہرکرتا اوربتاتاہے۔کہ تمہارے خیالات باطل ہیں۔ اور تمہارا سورج دیوتا کچھ نہیں۔ مگروہ بھی اُس زندہ اورقادرمطلق کا ہی جلال ظاہرکرتاہے۔ تم اُس چھوڑکر سورج کی پرستش کرتے ہو حالانکہ اُسی خدا نے ہی اُس کو بھی اورسار اجرام فلکی کونوردیاہے۔ وہ اس کے محتاج ہیں۔ وہاں تیسری طرف شمس پرستوں اورشماسی طبیعت والوں کو یہ تعلیم دیتاہے۔ کہ آفتاب جوبُرج عقرب میں آکر کمزور پڑجاتاہے "یعنی آفتاب پردیوظلمت اُسی وقت غالب آتاہے۔ جب وہ برج عقرب میں جاتاہے"۔ تویہ اُسی آفتاب صداقت" کے مصلوب ہوئے کہ وقت تھوڑے عرصہ کے لئے جنگ کرتے ہوئے مغلوب ہوکر فتح پاکر ازسرنو اپنے پورے جاہ وجلال میں ظاہر ہوجانے کا عکس پیشینی ہے جوآسمان میں ہے۔ اُس کی اصلی صورت مسیح ہے۔ جوصلیب پرمصلوب ہوا"۔تاکہ موت کے وسیلے سے اُس کو جسے موت پر قدرت حاصل تھی۔ یعنی ابلیس کوتباہ کردے"(عبرانیوں ۲: ۱۴)۔ اوراُس کے کاموں کومٹائے "(۱۔یوحنا ۳: ۸)۔ پھرصفحہ ۱۰۱ پرخواجہ صاحب سورج دیوتا کی بابت لکھتے ہیں کہ" سورج کوہی دیکھ لیا جائے ۔ جس سے ہمارے کل کے کل جسمانی مفاد وابستہ ہیں اس کی روشنی اورگرمی ہماری سب تکلیفات کاعلاج کرتی ہے اب اُس کا گھٹنا بڑھنا اگراس کی تکالیف وراحت سمجھ لیا جائے۔ اُس کا گہن میں آجنا اُس کی سکرات موت قرار دی جائے۔اوراُسے خدا مان لیا جائے ۔ جوانسانی جامہ میں زمین پرآئے۔ توکیا وہ اپنی موت اورتکلیف کوبرداشت کرکے نسل انسانی کو نجات نہیں دیتا"۔ عبارت تحت الخط قابل غور ہے۔ اس عبارت کے پہلے جوکچھ خواجہ صاحب نے کہاہے۔ وہ سورج کی بابت جسمانی طورپر درست ہے۔ بیشک انسان کے تمام جسمانی مفاد کا انحصار سورج کی کیفیات مختلفہ پر ہے۔لیکن کیوں" اُسے خدا مان لیا جائے جوانسانی جامہ میں زمین پر آئے"۔ آخر اس کو خدا مان لینے کی وجہ توہونی چاہیے۔ہاں اگر خواجہ صاحب شمس پرستوں کے ہم عقیدہ ہونا چاہتے ہیں۔ اورجو خدا نہیں اس کو خدا مان لیں تویہ اوربات ہے۔ ہم خواجہ صاحب کوبھی شمس پرستوں میں شمار کرلینگے۔ جن کی وکالت وہ کررہے ہیں۔ یہی اور اسی قسم کی اورباتیں بھی توہیں جن سے" انسانوں نے اس مصنفا اورپاکیزہ

پانی کو جووحی الہٰی کی شکل میں خدا کی طرف سے یکساں سب کے لئے نازل ہوا۔ مختلف آمیز شوں سے گدلاکردیا"۔ یہی تو"حقیقی راستے سے دورچلے جاناتھا"۔انسان کی مشرکانہ طبعیت نے الہیات چھوڑ ہرایک مظہر قدرت کو بت پرستی کے رنگ میں رنگ دیا۔ اُن لوگوں کواول توحقائق بھی مشرکانہ رنگ میں نظر آرہے تھے۔ اوراگر صفائی دماغ نے حقائق کواصلی رنگ میں دیکھ بھی لیا۔ توجس زبان میں اظہار کرنا تھا وہ مشرکانہ تھی"۔ کیا ہمارے معزز دوست بھی انہیں کی پیروی میں تویہ نہیں کہہ رہے کہ" اگر اُسے خدا مان لیا جائے جوانسانی جامہ میں زمین پر آئے"۔ جناب من! اُنہوں نے حقائق کواصلی رنگ میں تودیکھ بھی لیا"۔ مگراس سے دورچلے گئے۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ ان " مختلف آمیزشوں" مشرکانہ رنگ، "مشرکانہ طبیعت" کودور کردیں "اورحقائق کواصلی رنگ "میں پیش کریں۔ اوروہ مسیح ہے۔ جس پر سورج کی مختلف کیفیات شہادت دیتی اور دلالت کرتی ہیں۔مجھے توبہت ہی افسو س آتاہے کہ وکیل صاحب سورج پرستوں کی وکالت کرتے ہوئے مان رہے ہیں۔ کہ سورج خدا ہے اورکہ وہ جامہ انسانی میں زمین پرآگیا۔ ہم نے دیوی دیوتاؤں کے قصے سنے ہیں کہ فلاں دیوتا انسانی روپ دھارکر زمین پرآگیا۔ مگریہ کبھی نہیں سنا تھا۔ کہ سورج جامہ انسانی پہنکر زمین پر آجائے۔ خیراچھا ہے۔ وہ حق وکالت توادا کررہے ہیں منصبی فرض اداکرنا بھی کسی کاکام ہے جیسا گروویسا چیلا۔ جب شمس پرستوں نے سورج کوخدا مان لیا۔ تواگر آپ اُنکی وکالت میں اُس کو خدا نہ مانیں۔ تواُن کی وکالت ہی کس طرح کرسکتے ہیں۔ وکلاء کا تواکثر کام ہی یہی ہے۔

اب میں صرف ایک اوربات کا ذکرکرکے ان پرانی کہانیوں کوختم کرتاہوں۔ یعنی عشاربانی کی بابت جووکیل صاحب کے الفاظوں میں یوں ہے "بہر حال عشاء ربانی کے متعلق جوعقیدہ عیسائیوں کا ہے۔ اُس عقیدہ سے پرانی دنیا خالی نہ تھی۔ عشاء ربانی کی روٹي اورشراب گویا جناب مسیح کے جسم اورخون کی یادگار ہے۔ جسے چکھ کر ایک پرستار کا جسم اورخون مسیح کا جسم اورخون ہوجاتاہے۔ اسی طرح مسیح کے خون سے انسان کے گناہوں کا دھل جانا بھی ایک پرانی بات ہے۔ ڈایونیس کے خون سے بھی انسانوں کی پاکیزہ ہوتی تھی(پیگن اینڈ کرسچن کریڈ صفحہ ٦٥) ۔ قدیمی مصری اوسیرس کے دوبارہ زندہ ہونے پر عشاء ربانی کی رسم مناتے تھے مقدس روٹی کھائی جاتی تھی ۔ جس پر کاہن پہلے تقدیس دیتا تھا۔ جس سے وہ اوسیرس کا گوشت ہوجاتی تھی۔ (دی گریٹ لا آف ریلجیس اوریجن مصنفہ ولیم سن صفحہ ۱۷۵) ڈاکٹر فیرنیر ا پنی کتاب گولڈن باؤ میں ایک امریکن کا حال لکھتے ہوئے کہتے ہیں ۔ کہ وہ لوگ ماہ دسمبر میں اپنے بڑے دیوتا کا ایک بُت خمیرے آٹے سے بناتے تھے۔ پھراُس توڑ کرکھاتے تھے۔ کنگز بارو نےاپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۰ پراہل میکسیکو کی عشا ربانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھاہے۔ کہ یہ لوگ روٹی بناتے۔ پھراُس کے ٹکڑے کرنے اورپھر اُن کا مذہبی پیشوا اُس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کوہرایک پرستار کے منہ میں ڈالتا۔ اوراُسے سمجھاتا جاتا تھا۔ کہ وہ اپنے خدا کا گوشت کھارہے ہیں۔ یہ توخیرپرانی باتیں ہیں۔ آج بھی چینی لوگ شراب کوکفنیوشس کے تیلیوں سے بنے ہوئے مجسمے پر ڈالتے ہیں۔ پھراُس شراب کوپیتے ہیں اورخیال کرتے ہیں کہ کنفیوشس کی برکت اُن میں آگئی۔ اسی قسم کی باتیں چینی تاتاریوں میں عام طورپر جنہیں آج فادر گردبردیکھ کروہی کہتاہے جوصدیوں پہلے شہید جسٹین نے کہا " میں بڑے زور سے کہتاہوں کہ شیطان تاتاریوں میں کیتھلک کلیسیا کی پوری نقل اتاررہاہے۔ حالانکہ نہ وہاں کوئی عیسائی گیا نہ یورپین ۔ لیکن وہ لوگ بالکل کیتھولک کلیسیا کی باتیں کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ عشاء ربانی بھی شراب اورروٹی سے بناتے ہیں۔ یہ باتیں میں نے اپنی آنکھ سے دیکھی ہیں (انٹر وڈکشن ٹودی ہسٹری آف ریلیجیز مصنفہ جیون صفحہ ۱۴۸/ ۲۱۹) ۔ یہ مسئلہ کہ ابن آدم نے آکر نسل انسانی کو گناہ سے نجات دی۔ کوئی نیا مسئلہ نہیں۔ جن پیگن دیوتاؤں کا میں اوپر ذکر کرآیاہوں ۔ متھرا، ہورس ، ہرکیولس، ایڈونس ان سب کی مائیں کنواری ہی تھیں۔ سب کے سب مسیح کی سی موت سے مرے یا

خود اُنہوں نے اپنی جان دی۔ ان سب کے خون نے لوگوں کے گناہ دھوئے۔ یہ سب کے سب پھر جی اٹھے۔ نیپال اورتبت میں اندر دیوتا اپنے خون سے ہی انسان کونجات دیتاہے۔ یہ خون ہی آسمانی بارش ہے جوبارش کے دیوتا اندر کے جسم سے نکل کر زمین کے رہنے والوں کوہرمصیبت سے نجات دیتاہے۔ دوسری طرف سورج دیوتا کے جسم سے سرخ شعاعوں کی شکل میں خون اُترکر زمین کونئی زندگی بخشتاہے۔ اس زندگی کے بخشنے کے ایام ایسٹر کے دن سے شروع ہوتے ہیں۔ جس سے دودن پہلے سورج دیوتا بچھڑے کی شکل میں یعنی بُرج حمل میں اُس صلیب پر چڑھتاہے جواُس کی سالانہ حرکت کا بیضوی دائرہ ہے۔ خط استوا پر بناتاہے۔ مسیح نے ہی پہلے انسان کے گناہ سرپر نہیں اٹھائے۔ جناب بدُھ نے بھی ایک موقعہ پر فرمایا ہے کہ کل دنیا کے گناہ مجھ پر لاددو۔ تاکہ دنیا نجات پائے۔ (تاریخ سنسکرت لٹریچر مصنفہ میکس میولر)۔ سیکنڈی نیویا کا خدا جوخودہی درخت کے ذریعے سے پھانسی پرچڑھا وہ کہتاہے۔ "میں جانتاہوں کہ میں خودہی پھانسی پرچڑھاتھا۔ مجھ کو برچھی چبھوئی گئی میں نے خود اڈن یعنی اپنے آپ سے یہ کہا تھا۔ کہ میں ایسا کرونگا" کرشن جی مہاراج کہتے ہیں "میں خود ہی قربانی ہوں۔ یہ جولوگ چڑھاوے چڑھاتے ہیں وہ میں خود ہوں"۔ اندر، سو، ہری اور دوسرے دیوتا مختلف جانوروں کی شکل میں آکر نسل انسانی کے بچانے کے لئے قربان ہوتے ہیں۔ شوجی مہاراج کہتے ہیں" اصل چڑھاوے کا جانور تومیں ہوں جسے تم میرے مذبح پر ذبح کرتے ہو وہ میں ہی ہوں" بُدھ ملا، اعلیٰ سےانسان کوعذاب سے بچانے کے لئے دنیا میں جنم لیتاہے۔اوریہ الفاظ کہتاہے ۔ کہ میں " اگر انسانی جسم اختیار کرنے لگاہوں۔ تواس لئے نہیں کہ کوئی عیش وعشرت کروں۔ بلکہ اس لئے کہ انسانوں میں پیدا ہوکر جسم اورگوشت (انسان) کوتکلیف سے بچاؤں اور اُنکے دکھ درد دورکروں"چین کا معبود طین نام دنیا میں اس لئے آیاکہ راستبازی کوقائم کرے۔ نسل انسانی کے بچانے کے لئے اوردنیا کو موت سے نجات دینے کے لئے وہ مرتاہے ۔ کیونکہ اُس کے نزدیک خداوند کے حضور اس سے بہتر قربانی نہیں۔ (ریلیجیس آئڈیا مصنفہ پریگ جلد اول صفحہ ٢٦)۔ ایڈونس کی موت کی یاد کی رسم میں بڑا کاہن یہ الفاظ کہتاہے۔ اپنے خداوند پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ جوکچھ تکالیف اُ سنے سہیں۔ وہ ہماری ہی نجات کے لئے سہیں"۔ الغرض کل کے کل ممالک جوزمانہ قدیم میں کائنات اورعناصر کی مختلف حیثیتوں کے پرستار تھے اوراُنہیں کائناتی کیفیات کو انہوں نے خدا اوردیوتے بنارکھے تھے۔ ان میں سے اکثر سورج پرست تھے"(ینابیع المسحیت صفحہ ٩٨سے ١٠١)۔

میں نے یہ طویل اقتباس اس لئے کیاہے۔ کہ ہمارے واعظین کے پاس قدیم عالمگیر عقائد کا ایک خاصہ ذخیرہ رہے۔ اوروہ بھی مخالف کے قلم سے نکلا ہوا۔ اگرمیں مختصر الفاظ میں اس کا خلاصہ لکھوں تویوں ہوگا کہ قدیم زمانہ سے دنیا کی تمام اقوام میں گناہ کا احساس۔ معافی کی ضرورت ۔ سزا سے بچنے کے لئے قربانی کی ضرورت اپنے اعمال پر نہیں بلکہ بچانے والے پر ایمان کی لزومیت ،کفارہ کی ضرورت، وغیرہ یہ سب عقائد عالمگیر ہیں۔ گورنگت مشرکانہ ہے۔ مگرحقیقت یگانہ ہے۔ اوراس مسیحی اصول کی عمومیت کی تصدیق اور تائید ہرزمانہ اورملک میں ہوتی ہے کہ" بغیر خون بہائے گناہوں کی معافی نہیں"(عبرانیوں ٩: ٢٢)۔ کامل قربانی وہی ہے جوکہ مرکرجی اٹھے۔ عقائد تولاریب تمام اقوام میں قدیم سے چلے آتے ہیں۔ مگرجن ہستیوں کا وہ قومیں ذکر کرتی ہیں۔اورجن کے ساتھ ان عقائد کومنسوب کیا جاتاہے۔ وہ خواجہ صاحب ہی کے بیان کے مطابق تخیل کی ہستیاں تھیں دراصل کوئی تاریخی حقیقت نہ تھی"۔ کائنات اورعناصر کی مختلف حیثیتوں ہی کے پرستار تھے اور۔۔۔۔۔ اُنہیں کو اُنہوں نے خدا اوردیوتے بنارکھے تھے" تواس سے یہ امر بھی مبرہن ہوتاہے۔ کہ اُن کے افعال بھی مثلاً خود ہی درخت کے ذریعہ پھانسی پرچڑھنا یا" جان دے دینا"۔ ان اقوام کے وہمیات اورذہنیات میں سے تھے دراصل کوئی اس قسم کا فعل صادر نہیں ہوا تھا۔ غرضیکہ یہ کام کسی ہستی سے معرض عمل میں نہ آئے تھے۔ تواس سے یہ بات بھی صاف ہوجاتی ہے۔ کہ اُن اقوام کے

صرف اس قسم کے عقائد ہی تھے۔ کہ آئندہ کسی زمانہ میں ایسا ایسا ظہور میں آئیگا۔ تویہ اُن کا ایمان ہوا جووہ کسی آنے والے نجات دہندے پررکھتے تھے۔ توپھرکیا اُن عقائد پرسے" مشرکانہ رنگ" نہیں اُترگیا۔ کیا وہ ایک نجات دہندے کے منتظر نہ تھے؟ کیا یہ مسیحیت کی قدامت اوراُس کا عالمگیر اورمنجانب اللہ ہونا ہوگا؟ کیا یہ کہنا جائز نہ ہوگا کہ یہ آرزو اورامید کا ادراک اُن کے اندر ہی خدا ہی کے القاء کئے ہوئے تھے؟ اگرنہ تھے توکہاں سے آئے؟ کیوں وکیل صاحب! اگروہ سب "تخیل کی ہستیاں" ہیں اوراُنکے افعال وہمیات سے ہیں۔ توکیا آپ کے اس بیان میں اور اس سے پہلے کہ تمام بیانات میں تضاد پایا نہیں جاتا؟ جہاں آپ نے اُنکو ایسے طورپر بیان کیا ہے جس سے اُنکی تاریخی ہستی کا گمان ہوتا اورخیال میں آتاہے۔ کہ یہ سب افعال ضرور اُن سے سرزد ہوئے۔ میری دانست میں آپ نے درست وکالت نہیں کی۔ آخر میں صرف یہ بتادینا چاہتا ہوں۔ کہ آپ نے جوعشاء ربانی کی بابت لکھا ہے"۔ کہ "جسے چکھ کر ایک پرستار کاجسم اورخون مسیح کا جسم اورخون ہوجاتاہے"۔ اس کے لئے انجیل میں سے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ جس سے صراحتہً یاکنائتہً آپ کی مطلب برآری ہوجاتی ۔ہمارا نہ تویہ عقیدہ ہے۔ اورنہ ہی کلام مقدس میں اس قسم کا کوئی اشارہ ہی پایا جاتاہے۔ یہ محض اپنی" خوش اعتقادی" ہے۔ لہٰذا صداقت سے مستعبد ہے۔

اب آخر میں مجھے اس بات پر غورکرنے کی اجازت دیجئے۔ کہ یہ باتیں اور ایسے عقائد اورروایات تمام متفرق ممالک میں اورتمام متفرق اقوام میں جنکی بولی الگ جنکے دستورات الگ، آب وہوا الگ ۔ مزاج متفرق ایسے قدیم زمانہ سے لگا تارکس طرح چلے آئے؟ یہ عقائد اُن کے دل ودماغ میں کہاں سے آگئے؟ سبب اوراثر کا عالمگیر قانون تودنیا میں ہرجگہ اورہرکام میں سائر اوردائر ہے۔ توپھرکیا وجہ کہ ایسے اثرات توموجود ہوں۔ مگراُن کے اسباب نہ ہوں؟ اُن اصلی عقائد پر"مشرکانہ رنگ اور اس کا سبب مشرکانہ طبیعت تومان لیا۔ لیکن اُنکے اندر ان معتقدات کابانی کون ہے؟ ینابیع المسیحیت کے مصنف نے ان سوالوں کے دوجواب درج کئے ہیں۔ ایک قدیم مسیحی بزرگوں کا جواب دوسرا خود اپنا۔ پہلے میں قدیم مسیحی بزرگوں کا جواب وہاں سے نقل کرتاہوں۔ وہ یہ ہے"۔

"سینٹ ٹرٹولین لکھتے ہیں۔ شیطان کا توکام ہی صداقت کوروکناہے چنانچہ عشاء ربانی کو ہوبہو نقل وہ اپنے بتوں کے متعلق کراتاہے۔ وہ اپنے پیروؤں کوبپتسمہ بھی دیتاہے۔ اُن سے وعدہ کرتاہے۔ کہ مقدس حوض (جس کے پانی سے بپتسمہ دیا جاتاہے) سے ہی اُنہیں گناہ کی معافی ملیگی بپتسمہ کے ذریعے وہ انہیں مذہب متھرا میں داخل کرتاہے۔ اسی طرح اُنکی پیشانی پرنشان کرتاہے۔ روٹی کی تقدیس بھی کرتاہے۔ دوبارہ جی اٹھنے کا بھی ایک نشان قائم کرتاہے۔ یعنی اپنے پرستاروں کوپانی سے بپتسمہ دے کر اُنہیں گناہوں سے پاک کرتاہے۔ وہ حکم دیتاہے کہ اُسکے بڑے پادری توایک شادی کریں۔ لیکن اُس کے ہاں کنواریاں بھی ہیں۔ اورراہب بھی ہیں۔ جسٹن مارٹر فرماتے ہیں " رسولوں نے جوتفسریں لکھیں ۔ جنہیں ہم انجیل کہتے ہیں ۔ اوروہ ہم تک پہنچی ہیں۔ اُن میں مسیح رسولوں کوحکم دیتاہے۔ پھر اُس نے (مسیح نے)روٹی لی۔ اورخدا کا شکر کیا۔ اورکہاکہ اس بات کومیری یاد میں کرتے رہنا۔ یہ میرا جسم ہے۔ پھراُس نے پیالہ لیا اور شکر ادا کیا اورکاکہا کہ یہ میرا خون ہے۔ اورپیالہ اُنکو دیا۔ یہ ساری باتیں خبیث روحوں نے متھرا کوسکھادی ہیں۔ اورمتھرا کی یاد میں اُس کی پرستش میں ہورہی ہیں"۔ پھرمسیح کی پیدائش کاجوطویلے میں ہوئی حوالہ دیتے ہوئے یہی راہب لکھتاہے ۔ کہ"بیشک مسیح کی پیدائش اُسی دن ہوئی ہے۔ جس دن طویلہ اوجین میں سورج پیدا ہوا۔ بلکہ مسیح کی پیدائش جوطویلے میں ہوئی۔ تویہ دراصل متھرا کی پیدائش کا نمونہ ہے جوزرتشتی غار میں ہوئی۔ سینٹ اگسٹین کسی قدر فخر کے ساتھ فرماتے ہیں کہ ہم کرسمس کےدن کوکفار کی طرح نہیں مناتے جواُن کے ہاں کی پیدائش کا دن ہے بلکہ ہم تواُس دن کو اس لئے مناتے ہیں کہ اُس دن سورج کا پیدا کرنے والا پیدا ہوا"(صفحہ ۸۳، ۸۴) ۔ پھراپنا جواب یوں لکھتے ہیں۔

"ایسی ہی اوربہت سی باتیں کس طرح دنیا میں پیدا ہوگئیں۔ یایہ روایات ایک ہی خط وخال میں کیوں مختلف ممالک میں دائر وسائر ہوگئیں۔ حالانکہ اُن میں میکسیکو بھی ہے جودیگر ممالک سے کئی سمندر پار ہے۔ اس پر یوروپین مصنفین نے حیرت بھی ظاہر کی ہے۔ لیکن یہ سب کی سب باتیں ذیل کے امور مدنظر رکھنے سے حل ہوجاتی ہیں۔ عالم حیوانات میں انسان ہی وہ ذی روح وجود ہے جواپنے سے بڑی ہستی کا طبعاً پرستار ہے۔ نفع ونقصان یارات وتکلیف جس کا پیش ازوقت احساس بھی ادراک انسانی تک ہی مختص ہے۔ یہ دونوں باتیں اُس کی گردن اُن کے آگے جھکا دیتی ہیں۔ جن سے اُسے نفع کی امید یا نقصان کا خطرہ ہو۔ بت پرستی کی کل روایات کودیکھ لیا جائے۔ اُن سب کی تہ میں یہی دوباتیں ہیں۔ سرستی دیوی اورکالی مائی کی پرستش بھی نفع ونقصان ہی کے جھگڑے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے چیزیں انسان کی سرسری نگاہ نے نفع وراحت کا باعث دیکھیں۔وہی ایسے وقتوں میں جبکہ الہام الہٰی انسانی ہاتھوں سے مغشوش ہوگیا۔ انسان کا رب اورحدا بن گئیں۔ بالمقابل وہ جودیا وہ واقعات جومخلِ نفع وراحت ہوئے۔ وہی شیطان یا اُن کے خداؤں کے دشمن کہلائے بعض گردنیں اُن کے آگے بھی جھک گئیں۔ اب اگر اِن تمام چیزوں کوخدا کی مخلوق نہ مانا جائے۔اورمظاہرقدرت کوہی مختلف خدااورگروہ شیاطین مان لیا جائے جیسے کہ اسلام سے پہلے کل مذاہب باطلہ نے مانا۔ توان سب مذاہب قدرت میں اگر کوئی وجود ورب بلکہ رب الارباب کہلانے کا مستحق ہے۔ تووہی نیر اعظم آفتاب ہے"(صفحہ ۸۶، ۸۷)۔

ان ہر دومذکورہ بالاراؤں میں سے پہلی رائے میری دانست میں قابل پذیرائی نہیں۔ کیونکہ جب" شیطان کا توکام ہی صداقت کوروکناہے"۔ توکسی مسیحی رسم یا عقیدہ کی" ہوبہونقل "کرنا "اُن کوروکنا" نہیں ہوسکتا۔ بلکہ پھیلانا اور اُ ن کا لوگوں کے دلوں میں یقین جمانا ہوگا۔ کیونکہ کسی فعل بابات کوروکنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ اُس کو نہ ہونے دینا۔ یالوگوں کواس پر یقین کرلینے اوراس کی پیروی کرنے سے باز رکھنا اوراُسکے خلاف عمل کرنے پر آمادہ کرنا۔ کیونکہ شیطان کا کام ہمیشہ خدا کی مخالفت کرناہے۔ اورلفظ شیطان کے بھی یہی معنی ہیں یہ عجیب بات ہے کہ اخلاقی امور میں تووہ خدا کے احکام کی مخالفت کرتاہے اس کے احکام کی لوگوں سے خلاف ورزی کرو اکر۔ مثلاً چوری نہ کرنا خدا کا حکم ہے۔ مگروہ جو چوری کی تحریک دے کر اورچوری کرواکر لوگوں سےاُسکے حکم کی خلاف ورزی کراتاہے۔ مگرنجات کے تمام سلسلہ کی باتوں کوقدیم سے تمام اقوام میں پھیلاتے آنا۔ اوراُن باتوں پراُنکا یقین قائم کرتے رہنا کوبھی "روکنا" ۔ یا دوسرے لفظوں میں مخالفت کرنا کہا جائے تواُس کی بہ نسبت میری دانست میں اگر یہ کہا جائے ۔ کہ" شیطان کا توکام ہی صداقت کوپھیلانا ہے"۔ توزیادہ موزون ہوگا۔ گواُس میں اُس کی غرض درست نہ ہو۔ لیکن یہ تواول شیطان کی غرض اور عادت کے خلاف ہوگا۔ یا دوسری عبارت میں اُنکا یہ مطلب ہواکہ وہ اپنا مخالف آپ ہی ہے۔ تویہ بھی درست نہیں۔ جیسا کہ سیدنا مسیح نے بھی فرمایا ہے" اگر شیطان اپنا ہی مخالف آپ ہی ہوجائے تواس کی بادشاہت کس طرح قائم رہ سکتی ہے"۔ پھراگریہ نہیں تووہ مسیحیت کا مناد ہوا شیطان نہ ہوا۔ اورطرفہ یہ کہ مسیح سے پیشتر کا مناد اور شریعت کی منادی سے بڑھ کر مناد، کیونکہ وہاں توپیشینگوئیاں وغیر ہ ہوتی ہیں۔ مگریہاں ایسے طورپر کہ گویا سب کچھ ظہور میں آگیا۔ مگریہ بھی درست نہیں۔ لہذا یہ جواب ہی درست نہیں۔

اسی طرح میری دانست میں دوسری رائے یا" حل" بھی موذون اورقرین عقل نہیں۔ کیونکہ وہ تمام امور اپنہانی نفع ونقصان یا رات وتکلیف سے تعلق رکھتے ہیں اورجسمانی باتیں ہیں آئندہ زندگی اورنئی زندگی یا نجات سے اُنکا کچھ تعلق نہیں ایسا تو جولوگ خدا پرست ہیں وہ بھی" اپنے سے بڑی ہستی" کے آگے اپنی گردن جھکادیتے ہیں مگر یہاں تومعاملہ ہی اُسکے برعکس دگرگوں ہے۔ یعنی آئندہ زندگی میں اس زندگی کے گناہ وثواب کا خیال گناہوں کی معافی اورنجات کی آرزو ۔ اوراُنکے متعلقہ اموروواقعات ۔ اگران باتوں کا احساس اورادراک طبعاً انسان کے اندر پایا جاتاہے۔ اوران ضرورتوں کوطبعاً محسوس کرکے وہ "

نیر اعظم آفتاب" کو ان مقاصد کے لئے اپنا رب بنالیتے ہیں ۔تو ان سے یہ امر تنقیع صادر ہوتاہے۔ یعنی یہ کہ ایسے خیالات اورضرورت جوطبعاً انسان کو محسوس ہوئیں وہ کہاں سے آئیں۔ اگرچہ انسان کی مادی ترکیب کے ساتھ ہی اوراُسی میں سے پیداہوئی ۔ جیسے بھوک پیاس اور دیگر تمام مادی طاقتیں اورضرورتیں۔ یعنی خارج سے اُس کے اندر داخل نہیں ہوئیں۔ توخدا کے سواُن میں ان احساسات کوودیعت کرنے والا اورکوئی نہیں ہوسکتا۔ اس صورت میں اُن تمام باتوں کی اصل دنیا کی تمام قدیم قوموں میں" الہام الہٰی" سے دائر اورسائر ہوئیں۔ مگروہ " الہام الہٰی انسانی ہاتھوں سے مغشوش ہوگیا"۔ اس کو غش کی حالت سے صحیح وسالم حالت میں لے آنا بھی" انسانی ہاتھوں" ہی کا کام ہے۔ مگرذریعہ اور وہ خدا کی روح کی مدد اورکتاب مقدس کا خلوص قلب سے مطالعہ اورخوض کرنے ہی سے ہوسکتاہے" مشرکانہ رنگ" اتاردو۔ تواصل" الہام الہٰی" نکل آئیگا۔ جوصحیفہ فطرت ، ضمیر انسانی کے تقاضے ۔ اورکتاب مقدس کے مطابق ہے۔ سورج سے اس جہان کے نفع وضرور ہوسکتے ہیں۔ اورہوبھی رہے ہیں۔ مگراس زندگی کے بعد کسی دوسری زندگی میں اس کا کچھ بھی دخل یا تعلق نہیں۔ یہ ایک بدیہی امر ہے۔ اس لئے ان اقوام کا دوسری زندگی کے مطلب سے" نیر اعظم آفتاب" کوخدا یا نجات دہندہ ماننا، بت پرستی یاشمس پرستی ہے۔ اسی اور اسی کے متعلق دیگر امور وہ مختلف انسانی آمیزشیں ہیں۔ جنہوں نے " اُس مصفا اورپاکیزہ پانی کی جووحی الہٰی کی شکل میں خدا کی طرف سے سب کے لئے یکساں نازل ہوا۔۔۔ گدلاکردیا"۔ یہ میری یہی رائے ہے۔ جوکلام الہٰی کے مطابق ہے۔ اورجس کا ذکر میں پہلے مضمون میں کسی جگہ کرآیاہوں۔ یہاں اُس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اوراگروہ یہ سب کچھ جسمانی نفع وضرر کے بیم ورجا سےکیا کرتے تھے تووہ عقل کے اورتجرباتِ روز انہ کے خلاف اورفضول تھا۔ یہ توایک بدیہی امر ہے ۔ کہ وہ سورج کے روزمرہ کے تاثرات سے محفوظ ہرگز نہیں رہ سکتے تھے اورنہ ہی اُسکے تاثرات اورعمل کی مخالفت ہی کرسکتے تھے۔ اوراگر کرتے تو فوراً برباد ہوجاتے۔ یہ توتقدیر مبرم ہے یا آپ کے کہنے کے مطابق یہ وہ "اسلام" ہے۔ جس کی آسمان ورزمین کی ہرایک چیز طوعاً وکرہاً اطاعت کرتی ہے۔ جس کی بابت آپ خود فرماتے ہیں کہ" کوئی ہے جواس صداقت سے عملاً انکار کرے۔ اورآن واحد میں اُس کی زندگی کا خاتمہ نہ ہو"۔ قوانین طبعی کی خلاف ورزی کی نہ توتوبہ ہے نہ معافی ۔ نہ وہ کسی کے کفارہ سے دورہوسکتی ہے۔ اورنہ خشوع وخضوع سے ، اس کے متعلق نہ توایمان رکھنے سے کچھ فائدہ پہنچ سکتاہے۔ نہ ایمان نہ رکھنے سے کچھ ضرر پہنچ سکتاہے۔ یہ ساری باتیں توروزمرہ کے مشاہدات اور تجربات ہیں ان تمام امور کی بابت یقینات رکھتے ہوئے اُن کا ایسا ایسا کرنا فضولیات سے تھا۔ جسکی کچھ وقعت نہیں۔ لیکن اگر یہ باتیں روحانیت سے تھیں توآپ کا یہ کہنا بلکل درست ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک ہی چیز سے نسل انسانی کی جسمانی پرورش کی تویہ بھی ضروری تھا۔ کہ روحانی پرورش بھی ایک ہی طریق سے ایک ہی چیز سے ہو"(صفحہ ۲)چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جیساکہ آگے چل کر خواجہ صاحب ہی کی تحریر سے دکھاؤنگا۔ کہ کس طرح سے خدا نے ایران ، بابل ، فریجیا یا سریا ، کارتھیج یونان، رومہ ، مصر ، میکسیکو کی قدیم قوموں کی ایک طرف اوریہودی۔ مسیحی اور محمدی قوموں کی دوسری طرف روحانی پرورش بھی ایک ہی طریق سے۔ اورایک ہی چیز سے کی۔ ہاں فرق صرف اتنا ہے۔ کہ اُن قوموں نے اس" مصنفا اورپاکیزہ پانی کو۔۔۔۔ مختلف آمیزشوں سے گدلاکردیا"(صفحہ ۳) اورمحمدی قوم نے اپنے ہاتھوں سے اُسے مغشوش کردیا۔اوریہودی قوم نے آنکھ رکھتے ہوئے ابھی تک اُسے دیکھا ہی نہیں۔ مگرمسیحی مذہب ہی دنیا میں وہ واحد مذہب ، وہ مذہب حقہ ہے۔ وہ سچا اسلام ہے۔ وہ ایک ہی چیز ہے۔ وہ ایک ہی طریق جسکے اصول قدیم اورعالمگیر ہیں۔ جوانسان کے احساس باطنی اوراقتضائے روحانی کے بالکل پورا کرنے والے ہیں۔ اورجن کا ظہور حقیقی تاریخی واقعات میں انسان پر ہوگیا۔ مسیحی مذہب ہی وہ معیار ہے ۔ جس کے رُو سے وہ قدیم یگانہ اوعالمگیر اسلام

کے اصول کی شناخت ہوجاتی ہے۔ جومذکورہ بالا دس اوردیگر
اقوام کے مذاہب میں نہیں آسکتی ہے۔

مسیحی فلسفہ اورکلیسی مصطلحات

خواجہ صاحب کا یہ مضمون کتاب ینابیع المسیحیت میں ۱۷ صفحات میں آیاہے۔ مگر صرف دوباتیں پیش کی ہیں۔ یعنی فلسفہ کلام اور فلسفہ تثلیث ، ایک کی بابت بتایا ہے۔ کہ وہ حکیم فائیلو سے لیا گیاہے۔ اوردوسرا افلاطون کا یایونانی فلسفہ ہے۔ اوران ہردو کے فلسفہ کا کچھ تومختصراً اقتباس ہے اورکچھ اپنی عبارت میں اُنکا بیان تکرار کلام اورغیر متعلقہ اموربھی پائے جاتے ہیں۔ میں اپنا قیمتی وقت اورمحنت کوفضولیات میں صرف نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے صرف اتنا ہی اقتباس کرونگا جس سے یہ دونوں تعلیمات بخوبی ظاہر ہوجائیں اورپھر صرف یہ بتاؤنگا کہ انجیلی فلسفہ ان دونوں سے الگ ہے۔ پہلے میں فائیلو حکیم کی تعلیم کا اقتباس کرونگا۔ اوراُس کا مقابلہ یوحنا کے فلسفہ سے کرونگا۔ فائیلو کی بابت اور اُسکا فلسفہ حسب ذیل ہے۔

"یہ اسرائیلی فلسفی بہت سی کتابوں کا مصنف ہے۔ یہ اپنے وقت کا ایک مقتدر انسان تھا۔ بلکہ ایک دفعہ یہودیان اسکندریہ کی طرف سے سفیر ہوکر کیلی گیولا قیصرروم کے دربار میں بھی گیا تھا مسیح کی پیدائش سے ایک ہی نسل پہلے پیدا ہوا تھا۔ اس کی تصانیف سے چند کتابوں سے ذیل کے اقتباس لیتاہوں۔

"خدائے ابدی کا ابدی کلام ہی تمام چیزوں کی بنیادہے۔ (De Plantatione N.1:331) کلام ہی خدا کی تصویر ہے کل ذی عقل مخلوق سے وہی پہلے پیدا ہوا۔ وہ خدائے واحد کے ساتھ بغیر کسی فرق کے بیٹھا ہوا ہے۔(De Profugis 1:561,16) وہی اُس کا پہلوٹھا بیٹاہے۔

(De Agricultura 1:308) خالق کائنات نے اپنے کلام کوجوآسمان میں سب سے قدیم واعلیٰ ہے یہ عزت دی کہ وہ خالق ومخلوق میں سفارشی یا شفیع ٹھہرا (Quis Rerum Divinarum Heres Sit 1: 501) لہٰذا کلام ہی تمام فانی چیزوں کے لئے (خدا کے آگے) وکیل ہے (ibid. 502) وہی کلام انسان کا جوہیمشہ گناہ کرتاہے شفیع ہے کلام ہی خدا کا انسان کی طرف جو اسکا ماتحت ہے رسول ہے۔ وہی (کلام) سب چیزوں پر حکمران (ibid. 501) کون ذی فہم انسان ہے جوعامتہ الناس کے اعمال دیکھ کر خدائے نجات دہندہ کومخاطب کرکے یہ نہ پکار اٹھے کہ وہی (خدا) گناہ کے بوجھ اٹھائے اورروح (خاطی) کی قیمت یا تاوان دیکر اُس روح (خاطی) کوازسر نواصلی (بے لوث) حیثیت تک پہنچائے (De Confusione Linguarum 1: 418) اس لئے خداوند ہرایک انسان کوتاکید کرتاہے کہ وہ زندگی کی دوز میں کلام کے مطابق بلاکم وکاست اپنا راستہ تجویز کرے۔ کلام ہی تمام حکمت کا سرچشمہ ہے۔ اسی مقدس چشمہ سے پانی پی کر انسان موت کی جگہ حیات ابدی پاتاہے۔(De Profugis 1:560,31) ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ کلام ہی بڑاکاہن وہ بالا رادہ وبلا ارادہ ہرقسم کے گناہوں سے پاک ہے۔ کیونکہ وہ آسمانی پیدائش (ibid. 1: 562,13) خدا کا کلام طیب اورتمام آزاروں سے نجات دہندہ ہے (De Legum Allegoriæ 1:122,17) اگرچہ ہرایک شخص خدا کا فرزند کہلانے کے قابل نہیں تاہم اُسے اپنے خیالات کی ایسی اصلاح کرنی چاہیے۔ کہ خداوند کے پہلوٹھے بیٹے (کلام کے حالات) کے مطابق اُس کے حالات ہوجائیں۔ کلام فرشتوں سے بھی پہلے پیدا ہوا۔ اسکے (کلا م کے) بہت نام ہیں(مثلاً) حکم، خدا کا نام ،کلام ، انسان کی تصویر (De Conf. Ling. 1:427)خدا اُسی کلام کےذریعہ جس سے اُس نے ہرایک چیز کو بنایا۔ نیک انسانوں کوپستی سے اٹھاکر اپنے قرب میں لے آئیگا(De Sacrificiis Abelis et Caini 1: 165, 5) خدا کے تمام کام کامل اور غلطی سے منزہ ہیں ۔ خداوند نے اپنے پہلوٹھے یعنی کلام کواسی طرح سے اپنے مقدس گلے کی حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے ۔ جس طرح کوئی طاقتور بادشاہ اپنا نائب مقرر کرتاہے(De Agricultura 1:308) مقدس کلام جوبڑا کاہن اورخداکا پہلوٹھاہے(De Somniis 1:653) وہی اس کے مقدس گلے کا گڈریا ہے(De Agric. 1:308) وہ کلام انسان کی شکل میں (De Confus. Ling. 1:427) خدا کا ترجمان ہے۔ (De Leg. Alleg. iii, 73) جس طرح انسان سورج کوتونہیں دیکھ سکات۔ لیکن اُس کے انعکاس کوہی سورج سمجھتاہے اُسی طرح خدا کاکلام بھی جواس

کی تصویر ہے خدا سمجھا گیا ۔ (De Somn. 1:40,44) ربانی کلام جوسب سے پہلے پیدا ہوا۔ وہی آسمانی غذا ہے۔وہی روٹی ہے یعنی روح انسانی کے لئے خدا کی مقرر کردہ غذا ہے۔ (De Quod Deterius Potiori Insidiari Soleat 1:213 -45 De Leg. Alleg. 120,34) خدا کے اُوپر اُوپر دواعلیٰ ہستیاں ہیں جن کی صفات نیکی اور قدرت ہیں اوراُنکےدرمیان الوہیت ہے۔ اوروہ خدااُن کے ساتھ متحد ہے (De Sacrificiis 1:141,12)کلام مقدس، بڑا کاہن، بالاارادہ یا ارادہ گناہوں سے پاک ہے اسی لئے اُسکا سرممسوع ہوا (De Somniis 1:653)یعنی اورقابل اعتبار باثبات نعمت ایمان ہی ہے (De Abrahamo 11: 38) ہرایک انسان کے لئے جوباپ کے احکام بجالاتاہے۔ ضرور ہے۔ کہ وہ اُس کے بیٹے کے پاس جووکیل ہے جائے۔ تاکہ اُس (انسان) کے گناہ بخشے جائیں۔اورہرقسم کی نیکی حاصل کرسکے (De Exsecrationibus 11: 43, 29) اس قسم کے انسان نجات دہندے اور رحیم خدا سے نجات حاصل کرینگے اورکلام کے مطابق اپنے حالات کرکے نہایت برگزیدہ اوراعلیٰ فائدہ حاصل کرینگے(ibid. 11: 35) کلام ہی دنیا کی روشنی سے (De Somniis 106: 41) خدا کا قائم مقام ہے (De Leg. Alleg. 1: 129,4) اوراُسکا پیارا بیٹا ہے۔ (De Somniis 1: 656,48) (ینابیع المسیحیت صفحہ ۱۱۱سے ۱۱۵)۔ پھرہمارے وکیل صاحب صفحہ ۶ پر لکھتےہیں۔

"الغرض اس عقیدہ میں ایک بھی بات نہیں جوحکیم موصوف کے (فائیلوکے) معتقدات میں نہ آگئی ہو۔ اب اس مسیحی فلسفہ کے ساتھ مسئلہ کفارہ یعنی خدا کا انسانی گناہوں کے اٹھانے کے واسطے زمین پر آنا (اوریہ بات بھی حکیم موصوف ہی کی ہے) اورداستان صلیب، پھرجی اٹھنے کی کہانی، اورآسمان پر چڑھ جانا۔ وہ کونسی بات اب باقی رہ گئی ہے جسے ہم الہٰی الہام کی طرف منسوب کریں۔

اسی کے ساتھ مناسب معلوم ہوتاہے۔ کہ یوحنا اورپولوس کانظریہ بھی کلام کے متعلق درج کردیا جائے تاکہ فائیلو کے اوریوحنا کے اورپولوس کے نظریہ کے درمیان مقابلہ ہوجائے۔ چنانچہ یوحنا کانظریہ یہ ہے کہ ۔

"ابتدا میں کلام تھا۔ اورکلام خدا کے ساتھ تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ ساری چیزیں اس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں۔ اورجوکچھ پیدا ہوا ہے۔ اُس میں سے کوئی چیز بھی اُسکے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔ اُس میں زندگی تھی۔ اوروہ زندگی آدمیوں کا نور تھا"(یوحنا ۱: ۱سے ۴) اورکلام مجسم ہوا اور فضل اورسچائی سے معمور ہوکر ہمارے درمیان رہا اورہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا۔ جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال"(ایضاً آیت ۱۴) یہ خدا کا برہ ہے۔ جودنیا کے گناہ اٹھالے جاتاہے(ایضاً ۲۹)۔ وہ خرستیس یعنی مسیح ہے۔ (ایضاً ۴۱ آیت)"اس زندگی کےکلام کی بابت جوابتدا سے تھا۔ اورجسے ہم نے سنا اوراپنی آنکھوں سے دیکھا۔ بلکہ غور سے دیکھا اوراپنے ہاتھوں سے چھوا(۱یوحنا ۱: ۱، ۲) "توخداکا بیٹا تواسرائیل کا بادشاہ ہے (ایضاً ۴۹)۔"ابن آدم ہے(ایضاً آیت ۵۱)وہ "دولہا" ہے(یوحنا ۳: ۲۹) "جوبیٹے پر ایمان لاتاہے۔ ہمیشہ کی زندگی اس کی ہے(۳: ۳۶" دنیاکا منجی " (۴: ۴۲)" زندگی کی روٹی "(۶: ۳۵) 'جوروٹی آسمان سے اتری(۶: ۴۱) "جویہ روٹی کھائیگا وہ ابد تک زندہ رہے گا(۶: ۵۸) دنیاکانور(۸: ۱۲)"بھیڑوں کا دروازہ(۱۰: ۷)۔"اچھا چرواہا" (۱۰: ۱۱)" اچھا چرواہا بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتاہے"(ایضاً ایضاً) وہ قیامت اورزندگی ہے(۱۱: ۲۵) "خداکا بیٹا مسیح"(۱۱: ۲۷)۔"جومجھ پر ایمان لاتاہے وہ مجھ پر نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے پر ایمان لاتاہے اورجومجھے دیکھتاہے وہ میرے بھیجنے والے کودیکھتاہے(۱۲: ۴۴، ۴۵)"انگور کا حقیقی درخت ہے(۱۵: ۱) "ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اوریسوع مسیح کو جسے تونے بھیجاہے جانیں"(۱۷: ۳) "راہ، اورحق اورزندگی میں ہوں کوئی میرے وسیلے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا"(۱۴: ۶)۔ اس کے بیٹے کا خون ہمیں تمام گناہوں سے پاک کرتاہے(۱یوحنا ۱: ۷)۔ وہ "مددگار یا وکیل یاشفیع" ہے (۱یوحنا ۲: ۱) وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اورنہ صرف ہمارے ہی

گناہوں کابلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی(۱یوحنا ۲: ۲)۔"سچاگواہ اورمردوں میں سے جی اٹھنے والوں میں پہلوٹھااور دنیا کے بادشاہوں پر حاکم ہے(مکاشفہ ۱: ۵) آدامزاد سا ایک شخص (مکاشفہ ۱: ۱۲) میں اول اورآخر اورزندہ ہوں میں مرگیا تھا اوربدیکھ ابدلاآباد زندہ رہونگا"۔ اور موت اورعالم ارواح کی کنجیاں میرے پاس ہیں"(۱: ۷، ۸)"جس کے پاس خدا کی سات روحیں ہیں اورسات ستارے ہیں"(۳: ۱) "جوقدوس اوربرحق ہے اورداؤد کی کنجی رکھتاہے جس کے کھولے ہوئے کوکوئی بند نہیں کرتا اوربند کئے ہوئے کوکوئی کھولتا نہیں"(۳: ۷)۔ امین اورسچا اوربرحق گواہ اورخدا کی خلقت کا مبدا(۳: ۱۴)۔ یہوداہ کے قبیلے کا ببر جوداؤد کی اصل ہے"(۵: ۵) گویا ذبح کیا ہوا ایک برہ(ایضاً آیت ٦) ذبح ہوکر اپنے خون سے ہرایک قبیلے اوراہل زبان اورامت اورقوم میں سے خدا کے واسطے لوگوں کوخریدلیا"(۵: ٦)۔ وغیرہ وغیرہ اوربہت بیان یوحنا کی تصنیفات میں پائے جاتے ہیں مگرطوالت کی وجہ سے قلم انداز کئے جاتے ہیں لیکن تھوڑا سا پولوس کا نظریہ بھی کلام کی بابت درج کردینا ضروری معلوم دیتاہے تاکہ فائیلو، یوحنا اورپولوس کے فلسفہ کلام میں امور بالااشتراک ومابہ الفراق ظاہر ہوجائیں۔

پیشتر اس سے کہ میں فلسفہ کلام کی بابت پولوس رسول کی تعلیم کا خاکہ پیش کروں یہ بتادینا۔ ضروری سمجھتاہوں کہ اُس نے مسیح کے برے میں اگرچہ لفظ لاگاس کبھی استعمال نہیں کیا توبھی تصور وہی ہے جو یوحنا رسول کے نظریہ میں پایا جاتاہے۔ وجہ اس کی غالباً یہ معلوم دیتی ہے کہ وہ اپنے قارئین وسامعین کے سامنے صرف مسیح مصلوب اوراُس کی صلیب کوپیش کرنا چاہتاہے اورفلسفہ یا لفظ دیگر" حکمت " سے بالکل احتراز کرنا چاہتاہے کیونکہ اس کی نظر صرف مسیح مصلوب پرتھی اوراُسی پروہ فدا تھا چنانچہ وہ خود فرماتاہے کہ" اے بھائیو جب میں تمہارے پاس آیا اورتم میں خدا کے بھید کی منادی کرنے لگا تواعلیٰ درجہ کی تقریر یا حکمت کے ساتھ نہیں آیا"۔ میری تقریر اور میری منادی میں حکمت کی لبھانے والی باتیں نہ تھیں بلکہ وہ روح اورقدرت سے ثابت ہوتی تھیں تاکہ تمہارا ایمان انسانوں کی حکمت پر نہیں بلکہ خدا کی قدرت پر موقوف ہے"۔ لیکن ساتھ یہ بھی کہتاہے کہ" پھر بھی کاملوں میں حکمت کی باتیں کہتے ہیں لیکن اس جہان کی اوراُس جہان کے نیست ہونے والے سرداروں کی حکمت نہیں بلکہ ہم خدا کی وہ پوشیدہ حکمت بھید کے طورپر بیان کرتے ہیں جوخدا نے جہان کے شروع سے پیشتر ہمارے جلال کے واسطے مقرر کی تھی"۔ اوروہ مسیح ہے" جوخدا کی قدرت اورحکمت " (۱کرنتھیوں ۱: ۲۴)۔ یعنی مسیح میں وہ دونوں باتیں موجود ہیں یاوہ خود وہ دونوں باتیں ہیں جن کی تلاش یہودی اوریونانی دونوں قومیں کررہی ہیں چنانچہ فرماتاہے کہ" یہودی نشان چاہتے ہیں اوریونانی حکمت تلاش کرتے ہیں"۔ پس مسیح مصلوب جویوحنا رسول کے بیان کے مطابق " کلمہ مجسم" ہے وہ پولوس رسول کے نظریہ میں " خدا کی قدرت اورخدا کی حکمت(صافیان) ہے"(۱کرنتھیوں ۱: ۲۴) خدا کی طرف سے حکمت ٹھہرا یعنی راستبازی اورپاکیزگی اورمخلصی "(ایضاً آیت ۳۰) وہ "خدا کا بھید" ہے جس میں حکمت اورمعرفت کے سارے خزانے چھپے ہوئے ہیں"(کلیسیوں ۲: ۳) "وہ اندیکھے خدا کی صورت اورتمام مخلوقات کا پہلوٹھا ہے کیونکہ اُسی میں ساری چیزیں پیدا کی گئی ہیں۔ آسمان کی ہوں یا زمین کی۔ دیکھی ہوں یا اندیکھی۔ تخت ہوں یا ریاستیں یا حکومتیں یا اختیارات ۔ ساری چیزیں اُسی کے وسیلے سے اُسی کے واسطے پیدا ہوئیں اوروہ سب چیزوں سے پہلے ہے اوراُسی میں ساری چیزیں قائم رہتی ہیں اوروہی بدن یعنی کلیسیا کا سر ہے۔ وہی مبداء ہے اورمردوں میں سے جی اٹھنے والوں میں پہلوٹھا۔۔باپ کوبھی پسند آیاکہ ساری معموری اُن میں سکونت کرے"(کلیسیوں ۱: ۱۴سے ۱۹)۔"جسے اُس نے ساری چیزوں کا وراث ٹھہرایا اور جس کے وسیلے سے اُس نے عالم بھی پیدا کئے۔ وہ اُس کا جلال کا پرتو اوراُس کی ذات کا نقش ہوکر سب چیزوں کواپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتاہے ۔ وہ گناہوں کودھوکر عالم بالا پر کبریا کی دہنی طرف جابیٹھا"(عبرانی ۱: ۲، ۳) "نجات کا بانی" ہے۔ "دکھوں کے ذریعہ

سے کام" کیا گیا(عبرانی ۲: ۱۰)"' یسوع کوکہ موت کا دکھ سہنے کے سبب جلال اورعزت کا تاج اُسے پہنایاگیا"(ایضاً آیت ۹) "وہ خود بھی اُن کی طرح اُن میں شریک ہوا تاکہ موت کے وسیلے سے اُسکو جسے موت پر قدرت حاصل تھی یعنی ابلیس کوتباہ کرے"(آیت ۱۴)۔ رحمدل اوردیانتدار سردار کاہن ہے" (ایضاً آیت ۱۷)" رسول اورسردار کاہن(۳: ۱) "بڑا سردار کاہن "خدا کا بیٹا"بیگناہ(۴: ۱۴، ۱۵) "ملک صدق کے طریقہ کا ابد تک کاہن ہے۔ " کامل ہے"۔ اپنے سب فرمانبرداروں کے لئے ابدی نجات کا باعث ہوا"(۵: ٦، ۹)۔ پردے کے اندر --- جہاں یسوع ہمیشہ کے لئے ملک صدق کے طریقے کا سردار کاہن بن کر ہماری خاطر پیشرو کے طورپر داخل ہوا(٦: ۱۹)۔ پاک اوربے ریا اوربے داغ اورگنہگاروں سے جدا اورآسمانوں سے بلند ہے(۷: ۲٦)۔ آئندہ کی اچھی چیزوں کا سردار کاہن (۹: ۱۱)۔ وغیرہ وغیرہ مسیح کے یہ چند اسماء اورصفات پولوس کے خطوں میں سے صرف اس لئے بیان کردئے ہیں کہ یوحنا رسول اورپولوس میں یکسانیت نظر آجائے اورکہ وہ دونوں ایک ہی شخص کی بابت بول رہے ہیں۔ ہاں فرق صرف اس میں ہے کہ اول الذکر اُسکی آسمانی اورزمینی ہردوتاریخ بیان کرتاہے مگرموخرالذکر مسیح کے اپنے کام پورا کرکے آسمان پر چلنے جانے کے بعد اُن فوائد کا بیان کرتاہے جوایمان کی شرط پر اُس کی موت سے ایماندار کوحاصل ہوتے ہیں جن میں سے رسول خود تھا۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ مسیح کے بارے میں یوحنا اورپولوس کا ایک ہی نظریہ دیکھادیا۔

لیکن اب معترض کے اس بیان یا دعویٰ کا جواب دینا ہے جواُس نے دلیل تشابہ بین الشبئین کی بناپر مسیحی فلسفہ کلام پر کیاہے جواُس کی اپنی زبان میں یوں ہے "وہ یونانی علمی خزانوں اورسکندریہ کے علمی جواہرریزوں " کاذکرکرتے ہوئے کہتاہے اُن کےمطالعہ نے عیسائی فلسفہ کی حیثیت کوطشت ازبام کردیا۔ اس سارے فلسفہ کلام کا ماخذ لفظاً معناً حتیٰ کہ اُن پولوسی یاکلیسی اصطلاحات تک کا سرچشمہ وہ فلسفہ مانا گیاہے جومسیحی ابتدائی صدیوں میں بمقام سکندریہ دائروسائر تھا جسکا بانی افلاطون تھا(صفحہ ۱۱۱)۔

سوجاننا چاہیے کہ ایک ہی شخص کی زندگی کے حالات چاروں انجیل نویسیوں میں سے ہرایک نے اپنے اپنے خاص مدعا کومدنظر رکھتے ہوئے علیحدہ علیحدہ نقطہ خیال سے لکھے اورابتداً خاص خاص مخاطبین کے لئے۔ چنانچہ قدیم ترین انجیل مقدس مرقس کی ہے جس نے کسی خاص جماعت یاشخص یا قوم کے لئے نہیں بلکہ سب کے لئے یکساں لکھی اوربتایاکہ یسوع وہی مسیح ہے اوربعجلت ایک واقعہ سے دوسرے واقعہ پر عبور کرتا چلاجاتاہے۔ دوسری مقدس متی کی انجیل ہےجو مرقس سے ایک قدم پیچھے کوہٹتاہے اورنہ صرف مسیح کا نسبنامہ ہی درج کرتاہے بلکہ اُس کی معجزانہ پیدائش کا بھی بیان کرتاہے اوراگرتواتر حدیث سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے توظاہر ہوجاتاہے کہ اُسکی انجیل اپنی وضع قطع، پرانے عہدنامہ سے اقتباس کرنے اوراپنے تمام پہلوؤں میں عبرانی ہے اور دانیل کی پیشینگوئیوں کواپنے زیر نظر رکھتے ہوئے وہ مسیح کو یسوع کی شخصیت میں "ابن آدم" ، "ابن داؤد ، "ابن اللہ" کی حیثیت میں پیش کرتاہے۔ پرانے عہدنامہ کی شریعت اورانبیاء کاتکملہ اورپرانے عہد کے لوگوں کی زندگی ایمان اورامید کا مرجع ۔ یسوع مسیح کی شخصیت میں دکھاتاہے ۔ مقدس لوقا کی انجیل جوبلحاظ زمانہ تیسری ہے وہ متی سے ایک قدم اورپیچھے کوجاتی ہے اورنہ صرف ولادت مسیح کی تاریخ ہی کا بلکہ اُس کے پیشرو یوحنا کا بھی ذکر کرتاہے ۔ یہ اپنے تاثرات میں پولوسی ہے اورمسیح کی شخصیت کو پہلے یہودیوں کے اورپھریونانیوں کے سامنے پیش کرتاہے۔مگرچوتھی انجیل میں جومقدس یوحنا کی لکھی ہوئی ہے اُس گہری اوروسیع خلیج پرپختہ پل باندھ کر دکھایا ہے جویہودیوں اوریونانیوں کے درمیان حائل تھی، یعنی یونانیوں کافلسفہ اوراُس کا اقتضاء اوریہودیوں کی بائبل اوراُس کا مرجع یسوع مسیح کلمتہ اللہ ہے اورجس طرح کہ پولوس رسول کے خطوں میں یونانی مائل یہودیوں اورربیوں کی تعلیمات کی طرف اکثر اشارات ملتے

ہیں اسی طرح یوحنا کی انجیل میں سکندری یہودی فلسفہ کی جوافسس میں اُن دنوں رائج تھا اورجہاں یوحنا رسول قیام رکھتا تھا ۔ ظاہری صورت اوراثرات پائے جاتے ہیں جس سے انجیل نویس کا یہی مذکورہ بالا مدعا نظر آتاہے ۔ پس یہ چوتھی انجیل اُن تینوں ماقبل کی اناجیل کا تکملہ ہے۔ جیسی کہ یہ انجیل اپنے طرز بیان، اشارات اورلب ولہجہ میں فلسطینی ہے ویسی کوئی اورانجیل نہیں ہے۔ تاہم اپنی بیرونی قطع وضع میں یعنی جن باتوں کا وہ ذکر کرتااورجن کو وہ حذف کرتاہے غرضیکہ وہ اپنے تمام مقصد اورمدعا میں یونانی مائل یہودیت کے تاثرات سے بھی خالی نہیں یا بعبارت دیگر یوحنا رسول وسط میں ہے اُس کے ایک پہلو پر فلسطینی یہودیت تھی۔ جس کا مرکز افسس تھا اوردوسرے پہلو پر سکندری یہودیت تھی اورہردوجانت سے اُس پر اثر پڑرہا تھا۔فلسطینی تاثرات وہ تھے جوتوریت اورنبیوں کی کتابوں اور یروشلیمی طالمود اور ربیوں کی تعلیمات سے نکل کراُس پرپڑے تھے اوردوسری طرف سکندری تاثرات وہ تھے جنہوں نے فائیلو کی تصنیفات سے (جو خود افلاطونی تاثرات میں تھا) نکل کر اُس پر اثر ڈالا تھا۔ چنانچہ سکندری اورفلسطینی مقتضیات کواُس نے مسیح یسوع کی شخصیت میں ایسے طورپر پورا کیا کہ دونوں کوایک کرلیا اورجدائی کی دیوار کی جوبیچ میں تھی ڈھادیا"۔ اورصلیب پر دشمنی کومٹاکر اوراُس کے سبب سے دونوں کوایک تن بناکر خدا سے ملادیا" اوراب" اسی میں ہرایک عمارت مل ملاکر خداوند میں ایک پاک مقدس بنتی جاتی ہے۔"خیال کی یہ سکندری صورت بالخصوص یوحنا رسول کے نظریہ کلام میں پائی جاتی ہے"جسکو وہ "زندگی"۔ نور اورسرچشمہ جہان کے طورپر ظاہر کرتاہے ۔ مگراُس کی اصلیت اورماہیت سکندری صورت سے بالکل دگرگوں ہے۔ گویا اُن خالی صورتوں میں زندہ روح پھونک دی ہے سکندری فلسفہ کے مطابق خدا دنیا سے بالکل الگ تھلگ ہے۔انسان اس کو جان نہیں سکتا۔ اُس میں کوئی گن نہیں ہیں۔ یعنی وہ نُرگن ہے نہ ہی کوئی اُس کا نام ہے۔ مادہ بُری چیز ہے خدا اُس سے تعلق نہیں رکھ سکتا مگریوحنا رسول

بتاتاہے کہ خدا ہم سے دوُر نہیں ہے۔ انسان اُس کو پہچان اورجان سکتاہے اُس میں تمام صفاتِ حسنہ موجود ہیں اور اُس کا نام ہے اورمادہ سے اس کا خاص تعلق ہے۔ وہ باپ ہے ، سکندری فلسفہ کے مطابق خدا دنیا پر ایسے طورپر اپنا عکس ڈالتاہے جیسے سحاب(نبیولا)کاعکس پڑتاہے اسکے عوض میں رسول بتاتا ہے کہ وہ ایک شخص ہے اوراُس کا کلمہ (لوگس) بھی شخصیت رکھتاہے مگریہ سکندریہ کلمہ یا کلام (لوگس) نہیں جونیکی اورطاقت سے مرکب ہے بلکہ فضل اورسچائی سے معمور ہے (اورجو پولوس کے بیان کے مطابق خدا کی قدرت یہ کلمہ لوگس) ابتدا میں تھا اورخدا کے ساتھ تھا مگر اُس ابتدا سے مراد ازلیت ہے نہ خلقت کی ابتدا ء(پولوس رسول کے بیان کے مطابق اور زمانہ کے لحاظ سے وہ خلقت کا پہلوٹھا ہے مگر پیدائش کے لحاظ سے وہ خداکا اکلوتا بیٹا ہے)مادہ ازلی نہیں ہے اورنہ ہی وہ بُرا ہے۔ لوگس یعنی کلام مادہ کا بھی خالق ہے۔ کیونکہ" جوکچھ پیداہواہے اُس میں سے کوئی چیز بھی اُس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی"اورکہ"ابتدا میں کلام تھا اورکلام خدا کے ساتھ تھا اورکلام خدا تھا"۔ اس کے بغیر کچھ بھی دنیا میں موجود نہ تھا۔ یوحنا رسول سکندری تعلیم کے خلاف فرماتاہے کہ مادہ میں کچھ بُرائی نہیں بلکہ خدا کا اس کے ساتھ تعلق ہے اورکہ" وہ کلام مجسم ہوا اورفضل اورسچائی سے معمور ہوکر ہمارے درمیان رہا اورہم نے اُس کا ایسا جلل دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال"۔ اورپھر اُس کی زمینی کام کا ذکر شروع کرتاہے جیساکہ پولوس رسول خدا کے سرعظیم کا اعلان کرتاہے"۔ یعنی وہ جو جسم میں ظاہر ہوا۔ اورروح میں راستباز ٹھہرا، اورفرشتوں کودکھائی دیااورغیر قوموں میں اُ سکی منادی ہوئی دنیا میں اُ س پر ایمان لائے۔ اورجلال میں اوپر اٹھایا گیا"(۱تیمتھیس ۳: ۱٦) فائیلو کہتاہے کہ"اگرچہ ہرایک شخص خدا کا فرزند کہلانے کے قابل نہیں تاہم اُسے اپنے حالات کی ایسی اصلاح کرنی چاہیے کہ خداوند کے پہلوٹھے بیٹے (کلام کے حالات) کے مطابق اُس کے حالات ہوجائیں "مگریوحنا رسول فرماتاہے کہ جب تک کوئی اوپر سے

پیدا نہ ہو۔ روح القدس سے پیدا نہ ہو۔ تب تک وہ خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا اُس کودیکھ نہیں سکتا۔ وہ اُس لوگس کونجات دہندہ ، وکیل ، شفیع ،بڑاکاہن توبتاتاہے مگریہ نہیں بتاتا کہ وہ قربانی کیاہے جوبطور کفارہ کے خدا کے سامنے پیش کرتا اوروہ خون کس کا خون ہے جس کے چھڑکنے سے کاہن پاک کرتاہے وہ بناکیاہے جس پر وہ انسان کی وکالت یاشفاعت کرتاہے مگریوحنا رسول فرماتاہے کہ" اگرکوئی گناہ کرے توباپ کے پاس ہمارا ایک مددگار موجود ہے یعنی یسوع مسیح راستباز اوروہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اورنہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کابھی(۱یوحنا ۲: ۱، ۲) ۔ وغیرہ جس سے ظاہرہے کہ اُس نے اُن حقائق کوبیان کیاہے جن تک نہ توفائیلو پہنچا اورنہ یونانی فیلسوف پہنچے ۔ بلکہ اُ سکی نظر میں پرانے عہدنامہ کی وہ تمام ریت ورسوم اورخاص کر کفارہ کی قربانی تھی۔ موسیٰ کی توریت اور نبیوں کی پیشخبریاں اور نمونے اورعلامتیں مثلاً بیابان میں سانپ کوبلندی پررکھنا وغیرہ۔

اوراگرہم پرانے عہدنامہ پرنظر دواڑئیں تواُس سے مبرہن ہوجائیگا۔ کس جس قدر اصطلاحات یوحنا رسول اور فائیلو یہودی حکیم نے استعمال کئے ہیں وہ سب وہاں ہی سے لئے ہوئے ہیں۔ اُن دونوں کا مشترکہ سرچشمہ وہی توریت اورانبیاء ہیں۔ چنانچہ وہاں بھی مسیح کو اُنہیں وصفی ناموں سے مذکور کیا ہے۔ مثلاً گڈریا یا چرواہا (ذکریا ۱۳: ۷۔ یسعیاہ ۴۰: ۱۱) ممسوح یا مسیح (دانیل ۹: ۲۴، ۲۵۔ زبور ۲: ۲) آسمانی غذا یا آسمانی روٹی (خروج ۱۶: ۱۲۔ ۱۵) خداکا نام(خروج ۲۳: ۲۱) شفیع (یسعیاہ ۵۳: ۱۲) کلمہ (ہوسیع ۱۳: ۲) خداوند (زبور ۱۱۰: ۱) کاہن (زبور ۱۱۰: ۴) مقدس یا قدوس (زبور ۱۶: ۱۰) بیٹا یا خداکا بیٹا (امثال ۴، زبور ۲: ۷، ۱۲، دانیل ۳: ۲۵) بادشاہ (زبور ۲: ۶) دانش یا دانائی (امثال ۸: ۱۱، ۱۴، ۲۲، ۲۳) ایمان (حبقوق ۲: ۴) وغیرہ اوراگرہم پولس رسول کے اس نظریہ کا مقابلہ پُرانے عہدنامہ سے کریں تواُس کا سرچشمہ بھی وہی ہے بخوفِ طوالت اُسے نظر انداز کیا جاتاہے جیساکہ میں پہلے کہہ آیاہوں اب بھی کہتاہوں کہ جس طرح فائیلو نے افلاطونی تعلیم سے متاثر ہوکر یہ چاہا کہ کتاب مقدس اوریونانی فلسفہ کی تعلیموں کوآپس میں ملاکریہودیوں اوریونانیوں کے درمیان جدائی کی گہری خلیج پر باندھ کران دونوں کوباہم ملادے اُسی طرح یوحنا اورپولس ہردونے کتاب مقدس اوریونانی فلسفہ ہردوسے متاثر ہوکر چاہا مسیحیوں اورغیر مسیحیوں کی تعلیم کے ذریعہ سے سیدنا عیسیٰ مسیح میں اُن کولاکر ایک کردیں۔ زبان ایک لب ولہجہ ایک مگراصلی تصوراورحقیقی مفہوم اُن سے متفرق یعنی کلمہ مجسم کی تاریخ اورکام۔ یادوسرے الفاظ میں یوں سمجھو کہ خدا کے کلمہ یالوگس کا ایک ذہنی بیان ہے اوردوسرا تاریخی، ایک مجسم ہونے سے پہلے کانظریہ دوسرا مجسم ہونے اوراُس کے بعد اُس کا اوراُس کے کاموں اور صفات کا نظریہ۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ اُن کی تعلیم غیر مسیحی اورافلاطونی ہے کیونکہ جس طرح شریعت یہودیوں کومسیح تک پہنچانے کو استاد ٹھہری۔ اسی طرح پیگن ازم (کفر والحاد کا مذہب) اورعلمِ نجوم اور شمس پرستی اوریونانی فلسفہ بھی اُن اُن اقوام کو مسیح تک پہنچانے کواستاد ٹھہرے۔ مگرفائیلو اورپولوس رسول میں بڑا فرق ہے چنانچہ فائیلو کالوگس سایہ ہے۔ اصل میں کچھ نہیں یعنی اجس کی کوئی شخصیت نہیں۔ مگرپولوس رسول کے نزدیک وہ ایک شخص ہے جوجسم میں ظاہر ہوا ، فائیلوکے نزدیک کفارہ کی کوئی ضرورت نہیں ۔ رسول کے لئے کفارہ ایک حقیقت اورضروری امر ہے جوخدا کی طرف سے ازل سے مقرر ہوا اوروہ مسیح ہے فائیلو کا سردار کاہن شفاعت یاسفارش توکرتاہے لیکن شفاعت کیلئے بنیاد کوئی نہیں۔ گناہوں کی معافی اورپاکیزگی کا تو فائیلو ذکرکرتاہے۔ لیکن وہ برہ نہیں جس کے خون سے گناہوں کی معافی اورپاکیزگی حاصل ہوتی ہے پردہ کے پرے خدا کی حضوری میں جانے کا کوئی وسیلہ نہیں اورنہ ہی زندہ خدا کی خدمت کرنے کےلئے روح کو مردہ کاموں سے رہائی ملتی ہے اگرچہ عبرانیوں کا خط اپنے استدلال میں سکندریہ کا فلسفی رنگ رکھتاہے مگروہ سکندری فلسفہ مغلوب ہے نہ کہ غالب ،سکندری فلسفہ کا تکمہ پولوس رسول نے کیا۔ اول الذکر

میں صرف صورت تھی، موخر الذکر میں اصلیت اورحقیقت۔ وہ برتن توتھا مگرخالی۔ اگرچہ دونوں میں بظاہر اشتراک ہے مگرتہ میں افتراق ہے۔ پس اظہر من الشمس ہے کہ یوحنا اورپولوس کے مصطلحات گولفظاً سکندری ہیں کیونکہ ہردویونانی میں لکھ رہے ہیں لیکن معناً ان کا تعلق پُرانے عہدنامہ سے ہے اور وہی اُن کاسرچشمہ ہے۔ دونوں نے فائیلو اور افلاطون کے فلسفوں کو مسیح کے قدموں پرلاکر رکھ دیاہے۔ جس کا سرچشمہ پُرانے عہدنامہ کی پیشینگوئیاں اورعلامتیں اورنمونے اوررسومات ہیں۔ جن کا تکملہ نئے عہدنامہ میں ہوا۔ محض جانبینی تشابہ اس امر کا ثبوت نہیں کہ" اس سارے فلسفہ کلام کا ماخذ لفظاً ومعناً ... وہ فلسفہ مانا گیاہے جومسیحی ابتدائی صدیوں میں بمقام اسکندریہ واٹروسائر تھا جس کا بانی افلاطون تھا"۔ مان لینے کے کیا معنی جیسے آپ نے یورپین محققین کی اندھی تقلید کی ہے ویسے ہی انکی یکطرفہ تحقیق تھی۔ شاگرد کے لئے بس ہے کہ وہ اپنے استاد کے برابر ہو۔

پھرخواجہ صاحب کا یہ اصول کیسا قابل تعریف اورقابل تقلید ہے کہ جوباتیں کسی دوسرے معتقدات میں آگئی ہوں وہ الہام الہٰی سےمنسوب نہیں کی جاسکتیں یا دوسرے الفاظ میں الہام الہٰی وہی ہوتاہے جوبہتوں کے معتقدات میں یکساں نہ ہو۔ جن باتوں میں موافقت اوریکسانیت پائی جائے وہ سب الہام سے خارج ہیں۔ کیا خواجہ صاحب اسی اصول کوقرآن کے حق میں استعمال کرکے اُن باتوں کوجو قرآن میں موجود ہیں مگراُس سے پہلے کسی اورقوم" معتقدات میں" آگئی ہوں۔ اُن کوقرآنی الہام سے خارج کردینے کوتیار ہیں۔ اوراگر قرآن کے حق میں آپ ایسا نہیں کرسکتے تو اوروں کے حق میں ایسا کرنے کا آپ کو کیا حق حاصل ہے؟ میرے قابل اورمحترم خواجہ صاحب !جس بات کو آپ اپنے لئے پسند نہیں کرتے اُس کودوسرے کے لئے بھی پسند نہ کرنیکا اصول ہمیشہ یادرکھیں۔

پھر ایک اوربات ہے کہ اگر آپ کے اس اصول کوجس کا اوپر ذکر ہوچکا اورجوآپ کی کتاب ینابیع المسیحیت کے صفحہ ۱۱۶ پر اوپر سے ساتویں سطرسے شروع کرکے گیارہویں سطر پر"ختم ہونے والے بیان سے مستنبط ہوتاہے آپ کے اُس بیان سے جواُسی کتاب کے صفحہ ۲ میں پایا جاتاہے مقابلہ کیا جائے توصاف صاف تضاد ظاہرہوتاہے اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان میں کس بات کودرست سمجھا جائے اورکس کوغلط" جب دنیا کے سب مذاہب اپنی اصلی ہیبت وصورت میں ایک ہی سرچشمہ سے نکلے اورایک ہی تعلیم لائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ایک ہی چیز سے نسل انسانی کی پرورش کی، تویہ بھی ضروری تھا کہ روحانی پرورش بھی ایک ہی طریق سے ، ایک ہی چیز سے ہو"۔ میرے محترم وکیل صاحب ! بتائیے جب کسی وکیل کی تقریر میں جووہ عدالت میں کررہاہو اپنے دعویٰ کے خلاف بیانات ہوں اوراس میں متضاد باتیں پائی جائیں۔ جیسا آپ کے بیانات مندرجہ ینابیع المسیحیت میں پایا جاتاہے اورجس کی ایک مثال اوپر مذکور ہوئی۔ توکیا وہ اُس کے دعویٰ کے ثبوت ہوسکتے ہیں؟ کیا عدالت ایسے بیان کو منظور کرکے اُس کے موکل کے حق میں فیصلہ دیگی؟ کیا اُس نے دانائی اورہوشیاری سے اپنے موکل کی وکالت کی؟ مجھے اپنے غیبی دوست کی اس حالت پر تعجب بھی آتاہے اورافسوس بھی۔ کہ ایسے عالم فاضل ہوکر ایسی لغزشیں اُن کی تحریر میں کیوں؟ مجھے توآپ کی ایسی باتوں سے آپ کے" بہ تکرار " (یہ کہنے پر کہ" عیسائیوں سے ہمارا اختلاف محض محبت اوراخلاص کی بناءپر ہے"بڑا بھاری شک پیدا ہوتاہے ۔خیر خدا آپ کی صراطِ مستقیم کی طرف رہ نمونی کرے۔

دوسری بات جوہمارے وکیل صاحب نے بیان فرمائی ہے وہ مسئلہ تثلیث ہے چنانچہ صفحہ ۱۰۵ میں یوں لکھا ہے مسئلہ تثلیث بھی ایک پرانی کہانی ہے۔ ہندوستان پہلے سے ہی برہما، وشن، مہیش کا پرستارتھا۔ یہ بھی نظارہ کائنات کے ہی مختلف نقشے ہیں۔ زمین پرہمیشہ پیدائش ، پرورش اورہلاکت کادورمستقل جاری ہے۔ اسی حقیقت کوشاکتک مت نے غلیظ الفاظ میں پاربتی برہما، وشن، مہیش کوجمع کردیاہے۔ وہی وقت خلق اوروہی قوت نمودار (پرورش) اوروہی قوت ہالکہ اوروہی زمین جس پر ان

تینوں قوتوں نے عمل کرناہے۔ اگرہندوستان میں برہما، وشن، مہیش اورپاربتی ہے تودوسری جگہ باپ، روح القدس، بیٹا اورمریم ہے۔ یہی تین میں ایک اور ایک میں تین، وہاں پر آنے تخیل نے ان حقائق کومشرکانہ رنگ میں دیکھا۔ ہرایک چیز کوخدا بناکر اُنہیں انسانی جامہ میں اُتارا۔ یہاں عیسائیت نے بھی مسیح کا حقیقی مذہب چھوڑکر اس امر میں تصویر پرستی کی،،، ،،، مسئلہ تثلیث کے متعلق کے میں قدیمی یونانیوں کی ایک حکیمانہ حقیقت پرورشنی ڈالتاہوں۔ اُس زمانہ کے لوگ ہرایک چیز میں ایک اورروح کوقائم کرکے اُسے اپنا معبود ٹھہراتے تھے اوریونانی رب النوع کہتے تھے۔ چنانچہ برس کا بھی ایک رب النوع تھا۔ جس کی تین کیفیتیں بتائی جاتی تھیں۔ پہلی کیفیت میں وہ زندہ ہوتاہے۔ دوسری میں وہ مرتاہے ۔ تیسری میں وہ پھرجی اٹھتاہے اورجی اٹھنے کے ساتھ ہی کل دنیا کونئی زندگی بخشتاہے ۔ اس تیسری کیفیت کویونانی اگ الگ مستقل وجود میں دیکھتے تھے ۔ اُس کا نام وہ الثالث یا نجات دہندہ رکھتے تھے۔

"مگرفیثا غورث نے ایک اورتثلیث کا پتہ دیاہے۔ جس کوقدیم سے کل یونانی حکماء نے تسلیم کیا ہوا تھا۔ اس تثلیث کے تین اقنوم تھے(۱) خدا (۲) روح کائنات (۳) روح انسانی، یہ بھی دراصل اسی مسئلہ کلام تعلیم دادہ افلاطون کی دوسری شکل ہے۔ مگرحقیقت ایک ہی ہے اورحقیقت حقہ ہے۔ جسے میں آگے چل کر بیان کرونگا ۔ لیکن مشرکانہ فطرت نے کہیں اُسے بت پرستی کے رنگ میں دیکھا اورکہیں اُسے مسیحیت کی شکل دیدی حکیم پلوٹارک ہمیں ایک اور تثلیث کا حوالہ دیتاہے جوکہتے ہیں کہ جناب زرتشت نے تجویز کی تھی۔ اس کے تین اقانیم تھے(۱) باپ(ایزد) جس سے کل دنیا نکلی(۲) متھرا (سورج) (۳) کائنات ۔ یہ بات بھی صحیح ہے۔ اگرروحانی نظام میں فلسفہ کلام اپنے اصلی معنوں میں جیسا میں آگے چل کر بیان کرونگا۔ صحیح ہے توجسمانی نظام میں حضرت زرتشت کی مجوزہ تثلیث بھی درست ہے نظام شمسی کی کل کائنات جوانسانی نگاہ میں ہے وہ سورج ہی سے نکلی ہے۔ گویا سورج ہی وہ چیز ہے ۔ جس کوجسمانیت میں خدا تعالیٰ نے سب سے اول پیدا کیا ہے۔ پھر اُسی سے کل کائنات تھی۔ لہٰذا یہ الفاظ استعارہ۔ اگرخدا سب کا باپ ہے تواُس کاپہلوٹھا بیٹا متھرا(سورج) ہے۔ ساری چیزیں اُ سکے وسیلے سے پیدا ہوئیں اورجوکچھ پیدا ہواہے۔ اُس میں سے کوئی چیز بھی اُسکےبغیر پیدا نہیں ہوئی یہ ایک بدیہی حقیقت ہے اب اگر ایک مشرکانہ نگاہ ، نیز اعظم ہی کو اپنا خدا اورباپ مان لے توکوئی عجب بات نہیں۔ لہٰذا انجیل یوحنا کی پہلی چند آیات مسیح یا کسی انسان پر تو مطلقاً نہیں۔ مگرسورج پر ہرمعنوں میں ایک مشرکانہ خیال سے صحیح طورپر چسپاں ہوتی ہیں---لفظ لوگس(کلام) سے ان (فائیلو) کی مراد عقل یا ارادہ ہے۔ یہ مسئلہ دراصل پیدائش کائنات کے متعلق حکیم افلاطون کا نظریہ ہے جسے حکماء اسلام نے عقل اول سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی خدائے تعالیٰ کا وہ ارادہ ازلی جس میں کل کائنات کا ظہور اوراُس کی ترتیب تھی اورجس کے ماتحت یامطابق کل دنیا پیدا ہوئی۔ اس امر سے کس کوانکار ہوسکتاہے۔ کہ ظہور کائنات سے پہلے ارادہ ازلی کا وجود ہوگا۔ وہی ارداہ سب سے پہلے پیدا ہوا۔ اُسی سے ہرایک چیز پیداہوئی۔ اُسی کا جلوہ ذرہ ذرہ میں ہے۔ انسان یا کوئی مخلوق جب تک اپنے حالات اُسی ارادہ ازلی کے مطابق نہ کرے۔ فلاح نہیں پاسکتا۔ لہٰذا وہی ازلی ارادہ بعبارت استعارہ خدا کا پہلوٹھا ہے۔ خدا کی طرف سے مخلوق پرحکمران ہے اُسے سے کل دنیا بنی۔ جوکچھ دنیا میں ہے اُسی کے وسیلے سے ہے۔ وہی دنیا کی روشنی ہے۔ وہی دنیا کامنجی ہے۔ وہی خدا کا ترجمان ہے یعنی ذاتِ ازلی کا مظہر اول اورمظہر کل۔ الغرض وہ ساری باتیں جوحکیم افلاطون نے عقل اول کے متعلق فائیلو نے لوگس کے متعلق۔ یوحنا نے کلام کے مطابق اورکلیسیا نے مسیح کے متعلق کہیں۔ وہ باتیں عقل اول، لوگس ، کلام ، مسیح پرمنطبق ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن ارادہ ازلی ان سب پر حاری ہے--- ان حکما نے تواس حقیقت ارادہ ازلی کا نام پہلوٹھا بیٹا۔ دنیا کی روشنی ، مخلوق کا سبب ، خلق ، ازلی اوبدی وغیرہ وغیرہ رکھا۔ جن سے ان کی مراد صرف اظہار مقصد تھی۔ لیکن عوام نے ان نظریوں کوانسانی لباس پہنایا۔ بُت بنائے ، مصوری کے تمام فنون خرچ کردئیے۔ ایک

حد تک یہ بھی درست تھا۔ اگرحقیقت سامنے رہتی اوریہ تصویریں اورمجسمے فقط تشریح سمجھے جاتے۔ لیکن آنے والی نسلیں حقیقت سے الگ ہوکر ان مجسموں اورتصویروں کی پرستار ہوگئیں۔ ہندوستان کابھی یہی حال ہوا۔ مغرب میں اسی مشرکانہ فطرت نے قدیمی حقائق حکیمانہ کوچوتھی پانچویں صدی پر مسیح کی صورت میں پیش کیا"(ینابیع المسیحیت صفحہ ۱۱٦سے ۱۲۰) ۔

اس سارے اقتباس کوپڑھنے سے بالکل سطحی طورپر یہ امر اظہر من الشمس ہوجاتاہے۔ کہ مسئلہ تثلیث کے بیان کرنے میں ہمارے محترم وکیل صاحب نے اپنے موکل کی پیروی کرنے کی بہ نسبت ہمارے حق میں یہ شہادت دے دی کہ مسئلہ تثلیث واقعی قدیم اورعالمگیر اور حکماء کے اقتضاء فطری کے مطابق ہے اور سورج کی ہرسہ کیفیات اس کی مصدق ہیں۔ حتیٰ کہ خود بھی اپنی زبان سے خدا کی ایک قسم کی تثلیث کے اقبالی ہیں۔ میں کہتاہوں ۔ ہم میں اورآپ میں اورمذکورہ بالا حکماء کے خیالات میں مسئلہ تثلیث کی نوعیت یاتشریحات میں فرق ہے۔ جیساکہ آپ نے خود ظاہر کردیاہے۔ مگر جناب کے قول کے مطابق "حقیقت ایک ہی ہے اورحقیقت حقہ ہے۔۔۔۔۔ لیکن مشرکانہ فطرت نے کہیں اُسے بُت پرستی کے رنگ میں دیکھا"۔ اورآپ کا یہ کہنا کہ" کہیں اُسے مسیحیت کی شکل دے دی"۔ جس سے آپ کی مُراد مغرب میں" وہ "مشرکانہ فطرت " ہے۔ جس نے قدیمی حقائق حکیمانہ کوچوتھی پانچویں صدی پر مسیح کی صورت میں پیش کیا"(صفحہ ۱۲۰) اس تعلیم پر کچھ اثر نہیں رکھتا۔ جوکتاب مقدس میں اورخصوصاً انجیل میں مندرج ہے اورجوانجیل میں اورتمام ابتدائي مسیحی بزرگوں کے الہیات میں موجود ہے"جوچوتھی پانچویں صدی" سے بہت پہلے کی ہے۔ مجھے افسوس تویہ ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنی مزعومہ تثلیث کوکیوں پیش کردیا۔ جس کی قرآنی تثلیث کے سامنے کچھ بھی حقیقت اوروقعت نہیں۔ اگرقرآنی تثلیث پیش کردیتے توحقیقت ظاہر ہوجاتی۔ وہی تواسلام ہے جوانجیل میں بھی موجود ہے۔ میں اس قرآنی تثلیث کوقرآن کے الفاظ میں نہایت اختصار کے ساتھ پیش کرکے انجیل کی تثلیث کواس کے مقابلہ میں رکھ دونگا۔ پھردیکھنا حقیقت کیا ہے اوراس حقیقت پر سے مشرکانہ فطرت کی بُت پرستی کا رنگ کس طرح اُترجاتاہے۔اوراصلیت نمایاں ہوجاتی ہے۔ اورساتھ ہی یہ بھی دکھاونگا۔ کہ پرانے عہدنامہ میں بھی اس حقیقت کا اظہار کیسے واضح اورصاف الفاظ اورمعانی میں کیا گیاہے۔مگرایسا کرنے سے پیشتر میں چاہتاہوں کہ چند الفاظ مذکورہ بالا اقسام تثیلیث کے بارے میں لکھ دوں۔ سوواضح ہوکہ یہ تمام اقسام کی تثلیث محض خیالی مسائل ہیں۔ مسیحی تثلیث سے بالکل متفرق بلکہ خلاف ہیں۔ الوہیت سے اُنکا کچھ لگاؤ یامناسبت نہیں کیونکہ بعض تواُن میں سے کیف وکم سے منزہ نہیں اوروہ مادہ کی کیفیات ہیں جومخلوق ہیں۔ خدا میں اوراُن میں خالق مخلوق کا تعلق ہے۔ مثلاً برس کی تین کیفیتیں ، فیثا غورث کی تثلیث میں ایک اقنوم خدا ہے۔ جوواجب الوجود خالق ومالک وپروردگار ہستی ہے اورازل سے ابدتک قائم ودائم ہے۔ اورتمام صفاتِ الہٰی سے متصف ہے۔ مگرروح کائنات اورروح انسانی دوسرے دواقنوم (گواُنکو خواجہ صاحب نے اقنوم نہیں ۔ کیونکہ وہ لکھ بھی نہ سکتے تھے اس لئے کہ وہ اقنوم ہوہی نہیں سکتے) مخلوق ہیں۔ مرکبات میں فانی ہیں۔ محتاج بالغیر ہیں۔ اورالوہیت اُن میں نہیں ہے۔ اوریہی صورت پلوٹارک والی تثلیث کی ہے۔ یہ سب تو خود خواجہ صاحب کے قول کے مطاق " مشرکانہ طبیعت" کے اقتضاء ہیں۔ اوراُن لوگوں کوحقائق" مشرکانہ رنگ میں نظر آرہے تھے" توپھر مسیحیت کو ان مشرکانہ تعلیمات کے ساتھ کیا تعلق اورنسبت ۔ہاں اگران امثلہ سے مسیحی کچھ استفادہ کرسکتے ہیں۔ تووہ یہ ہے کہ تثلیث کی تعلیم وہ الہٰی حقیقت ہے۔ جوقدیم سے تمام قوموں میں پائی جاتی ہے ۔ جسکو وہ اپنی عقل اورحکمت سے تلاش اورتحقیق کرتی کرتی ایسی دورجاپڑیں کہ" اُنہوں نے خداکی سچائی کوبدل کر جھوٹ بناڈالا۔ اورمخلوقات کی زیادہ پرستش اورعبادت کی۔ نسبت اُس خالق ک جوابدتک محمود"ہے(رومیوں ۱: ۲۵) یہ سب کی سب باتیں تومصنف ینا بیع المسیحیت کے قول کے مطابق "حکیمانہ حقیقت" نظارہ کائنات" ، پرانے تخیل نے ان حقائق کومشرکانہ رنگ میں دیکھا" ۔ یہ تثلیث

"جسمانی نظام میں ہے۔نہ کہ الہٰی حقیقت یاروحانی نظارہ یاالہام الہٰی سے اصلی رنگ میں ظاہر کی ہوئی حقیقت ۔جسکو انجیل نے ظاہر کیا ہے۔ مسئلہ تثلیث کے متعلق" اگر ایک مشرکانہ نگاہ نیر اعظم ہی کواپنا خدا اور رب مان لے" توہماری بلاسے ہمیں کیا۔ آخر ہے تویہ کام"مشرکانہ نگاہ کا"۔ اگرآپ بھی مان لیں۔ جیساکہ خود مان ہی رہے ہیں۔ کیونکہ مانتے نہ تومشرکانہ نگاہ والوں کی وکالت کس طرح کرتے۔ توکچھ مضائقہ نہیں۔ مسیحی تثلیث توتمام مشرکانہ اورحکیمانہ۔ تثلیثوں سے بالکل متفرق اعلیٰ وارفع ہے چہ نسبت خاک رابا عالم پاک۔ آپ کوحقیقت سے کیا واسطہ ۔ جب آپ ہی کے قول سے یہ باتیں" سورج پر ہرمعنوں میں ایک مشرکانہ خیال سے صحیح طورپر چسپاں ہوتی ہیں"۔ توایسا ہی کرتے چلے جائیں۔ آپ کے ہی قول کے مطابق وہ مسیح پر توچسپاں نہیں ہوتیں۔ یہی تومارا مقصد ہے۔ کہ یہ ساری تثلیثیں مسیحی تثلیث پرچسپاں نہیں ہوسکتیں ہمارے مخالف دلیل ہی کی زبان سے ہمارا دعویٰ صحیح ہوگیا۔ اورانہیں کے ضمن میں آپ کی مظئونہ تثلیث بھی آگئی۔ جوخدا اور اُسکے ازلی ارادہ سے بنتی ہے۔ ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب کا خدا سے کچھ جھگڑا نہیں جس کا اقرار ہے۔ اورنہ ہی روح القدس سے جواُن کا معہود ذہنی ہے۔ لہٰذا خلاف ازمبحث ہے۔ سارا جھگڑا تومسیح خداوند کی۔ "اصلی ذات" کے بارے میں ہے۔ "ذات الہٰی کا مظہر اول اورمظہر کل" اللہ تعالیٰ کے" ارادہ ازلی"۔ کوتوماننے کوتیار ہیں۔ اورمان بھی لیاہے۔ مگرمسیح کوکلمتہ اللہ کامظہر ماننے کے لئے نہ صرف تیار ہی نہیں۔ بلکہ سخت مخالف ہیں۔ جناب من ارادہ ازلی حق سبحانہ کی" ذات کا مظہر ہے۔ یا خود اُس کی ایک صفت ہے نہ کہ مظہر ۔ مظہر توکائنات ہے جس سے وہ ازلی ارادہ ظاہر ہوتاہے۔ اورنہ صرف ارادہ ازلی کا مظہر ہے۔ بلکہ اُسکی دیگرصفات مثلاً اُسکی قدرت اوردانائی وغیرہ کابھی مظہر ہے۔ اس ازلی ارادہ کا مرید کو ہے؟ کیا وہ اللہ جل شائنہ نہیں؟ پس وہ ذات اللہ تونہ ہوئی بلکہ صفت اللہ ہے۔ ہمیں توآپ کا یہ فلسفہ بھی اُسی "مشرکانہ رنگ" میں رنگا ہوا نظر آتا ہے جس میں قدیم حکماء کا یہ فلسفہ آپ رنگا ہوا دیکھاتے ہیں۔توآپ میں اوراُن میں کیا فرق رہا۔ ہم توایسے مشرکانہ رنگ کوحقیقت پر سے اتارنا چاہتے ہیں۔ مگرآپ اُس پر اورچڑہائے جاتے ہیں۔ پیارے اورمحترم دوست! یہ قرآن کے مذہب حقہ سے جواُس نے تثلیث کے بارے میں انجیل سے لے کر آپ کوسیکھایاہے۔ اوربعض وقت آپ اپنے مبحث سے ایسے دوچلے جاتے ہیں کہ اصل مضمون کوصرف ایک دوفقروں کے بعد ہی بھول جاتے ہیں۔ چنانچہ تثلیث کا بیان کرتے کرتے فوراً ہتے ہیں کہ" یہاں عیسائیت نے بھی مسیح کا حقیقی مذہب چھوڑکر اس امر میں تصوپرستی کی"۔ واہ صاحب ! سوال ازآسماں جواب ازریسماں، بحث توتثیث پر اورآگرسے مسیحیوں "تصویرپرستی پر"۔ بھلا تثلیث کوتصویرپرستی سے کیا نسبت" کیا انجیل میں تصورپرستی کا حکم ہے یا جائز ٹھہرائی گئی ہے؟ کیا آپ ثابت کرستکتےہ یں کہ مسیحی تصویر وں کو ما ن اُن کی پرستش کرتے ہیں؟ ذرا رومن کیتھولکوں ہی سے جنکی طرف آپ کا غالباً اشارہ ہے پوچھو کیا وہ کہیں گے کہ ہاں ہم ایسا کرتے ہیں؟ کجا مسئلہ تثلیث کا مفہوم اورکجا تصویر پرستی کا مفہوم" ان دونوں مفہوموں میں توتبائن کی نسبت پائی جاتی ہے یعنی ان دونوں مفہوموں میں کچھ بھی تعلق نہیں توایک مفہوم دوسرے مفہوم پرکس طرح صادق آسکتاہے لہٰذا تصویر پرستی کا الزام مسیحیوں پر نہ صرف لگانا ہی فضول ہے۔ بلکہ مسئلہ تثلیث کے مبحث میں اُس کو لانا ہی فضول ہے ۔ اب میں قرآنی تثلیث ہدیہ ناظرین کرتاہوں۔ لیکن پہلے اس امر کو ملحوظ خاطر رکھنا ہے ضروری ہے کہ لفظ " تثلیث" یا"اقنوم" مسیحی الہیات کی مصطلحات ہیں جن میں سے اُس مسئلہ مندرجہ کتاب کا بیان کیا جاتاہے۔ یہ الفاظ نہ توانجیل میں پائے جاتے ہیں اورنہ قرآن میں۔ اس لئے اگران مصطلحات سے جوانجیلی نہیں تھوڑے عرصہ کیلئے ذہن کوصاف رکھ کر اس مسئلہ پر قرآن اورانجیل کی تعلیم پر خلوص قلب سے غورکرینگے توحقیقت آپ پرمبرہن ہوجائیگی ۔ دوسری بات یہ کہ جس تثلیث پرقرآن میں اعتراض ہواہے وہ انجیلی تثلیث نہیں اورنہ ہی مسیحی اُسکو مانتے ہیں اورنہ ہی مسیح ابن مریم کومریم کوتین خدا مان

کر مسیح کوتین میں کا ایک مانتے ہیں۔ ہاں البتہ اُس کلمتہ کوجوابن مریم کے جسم میں مجسم ہوا تھا اُس کو اقنوم ثانی مانتے ہیں جو بائبل کی تعلیم ہے اورنہ ہی میاں کمال الدین صاحب کے تین میں ایک اورایک میں تین" کوہم سے کچھ واسطہ ہے کیونکہ اُس کا تعلق بھی انجیل سے کچھ نہیں۔ ہاں ایک ک بات کا ذکر دنیا بھی زیادہ ضروری معلوم دیتاہے۔ کہ الفاظ "باپ، بیٹا" پیدا ہوا"۔ یہ انجیلی مصطلحات ہیں جن سے جسمانیات کومطلق دخل نہیں ہے اُسکے مفہومات سے بالکل علیحدہ ہوا کرتے ہیں۔ اوراُسی علم کی روشنی میں اُنکو سمجھا اوراستعمال کیا جاتاہے قرآن میں بیشک الفاظ خدا مسیح یا کلمہ کے حق میں نہیں آئے بلکہ جسمانی نقطہ خیال سے خدا اور مسیح کے بارمیں اُن پر اعتراض کیا گیا جس کوہم بھی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ وہ جسمانی طورپر مستعمل نہیں ہوئے اورنہ ہی خدا اورکلمہ کے بارے میں وہ جسمانی طورپر مفہوم ہوتے ہیں۔ پس ان باتوں پر ایسے موقعہ پر ضرورلحاظ رکھنا چاہیے تاکہ غلط فہمی واقعہ نہ ہو۔ یہ امر روزروشن کی طرح ظاہر ہے کہ خدا کی ہستی کا قرآن میں اعتراف کیا گیاہے اُسکی جمیع صفات کابھی ذکر ہے اوراُسکو بالخصوص اللہ کے نام سے موسوم کیا گیاہے اسکے لئے کسی قرآنی سورہ یا آیت کا حوالہ دینے کی کچھ ضرورت نہیں پھراللہ کے کلمہ کی ہستی کا بھی اقرار ہے کہ وہ کلمتہ اللہ اورروح منہ ہے۔ وہ مریم مبارکہ کی طرف ڈالا گیا اوراُسکے بطن اطہر سے پیدا ہوا۔ مجسم ہوکر اُسکا رتبہ رسول کا ہے دنیا اورآخرت میں مرتبہ والا ہے لوگوں کے لئے نشان ہے خدا کی رحمت ہے اوراُس کا ہونا امرمقضیاً ہے۔ وہ قیامت کی گھڑی کا نشان ہے۔ شیطان نے اُسکو نہیں چھوا۔ یعنی وہ ہرقسم کے گناہ سے پاک اور معصوم ہے ۔ وغیرہ وغیرہ پھرروح القدس کا بھی صاف صاف ذکر ہے۔ کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کوروح القدس سے مدد دی۔ اہل کتاب کے دلوں میں اُسی روح سے ایمان اور امداددی ہے۔ قرآن بھی روح القدس ہی کے ذریعہ نازل ہوا ۔ وغیرہ تمام بیان سے ظاہر ہے کہ اللہ ،کلمتہ اللہ ، روح القدس کا ذکر قرآن میں بعینہ ویسے ہی طوپر آیاہے ۔ جیسے انجیل میں خدا۔ کلمہ(لوگس) اورروح القدس کا ہے۔ نہ قرآن میں اُن کو خواجہ صاحب کے الفاظ میں" تین میں ایک اورایک میں تین" کہا گیاہے۔ نہ انجیل میں نہ قرآن میں اُنکو تثلیث کہا ہے۔ قرآن کے اس بین بیان کے سامنے خواجہ صاحب کی ازلی ارادہ کی تثلیث کی کیا وقعت اوررزینت ہوسکتی ہے ۔ یہ مسئلہ تثلیث مذہب ، یا اصل اسلام کا ایک جزواعظم ہے۔ جوقدیم سے ہرزمانہ کی قوموں کے اندرموجود ہے۔ گومشرکانہ رنگت سے رنگین ہے۔ اورغلط بیانی سے پُر۔ کیونکہ یہ صرف اُکی عقلو کی اختراع ہے نہ کہ الہام الہٰی کا مکاشفہ ، تاہم انجیل کے لوشن سے اُسکو اصل حقیقت پر سے دھوکر صاف کرنا ہمارا کام ہے۔ تاکہ وہ راز نہانی جوانجیل میں موجود ہے۔ اورجس کی تصدیق قرآن نے بھی کی ہے اپنی پوری چمک دمک اورقدر منزلت میں منکشف ہوجائے۔ اوراس امر میں بھی ہمارے مخالف ہی کے وکیل کی زبانی ہمارا دعویٰ ثابت اوروکیل صاحب کا دعویٰ خارج ہوگیا۔ میں بزورخواجہ صاحب کودعوت دیتاہوں۔ کہ آئیے سچے اسلام کے پیروہوجئے جوآپ ہی کی زبانی "نوح سے لیکر سیدنا مسیح تک ہرقوم وملت کودیا گیا۔ اورمسیح کے پاس سے وہ مصفا اورپاکیزہ لے کر نوش فرمائیں" جووحی الہٰی کی شکل میں" انجیل شریف میں خدا کی طرف سے سب کے لئے یکساں نازل ہوا"۔ سیدنا مسیح آپ کوبدیں الفاظ دعوتدیتاہے۔ کہ"اگر کوئی پیاسا ہوتومیرے پاس آکرپئے۔ جومجھ پر ایمان لائیگا۔ اُسکے اندر سے جیسا کہ کتاب مقدس میں آیاہے زندگی کے پانی کی ندیاں جاری ہونگی"۔